بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلفاءِ راشدین

تالیف

شیخ الحدیث والتفسیر

پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ناشر

رحمۃ للعالمین پبلی کیشنز گلی نمبر 7 بشیر کالونی سرگودھا

048-3215204-0303-7931327

بسم اللہ الرحمن الرحیم O

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی سید الانبیآء و المرسلین

و علی آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد

البحر العمیق فی مناقب الصدیق

زمانہ خلافت: ۱۱ تا ۱۳ ہجری بمطابق ۶۳۲ تا ۶۳۴ عیسوی

نام ونسب

آپ رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہے (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۷۸، طبرانی کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۹)۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر ہے۔ آپ کے والد اور والدہ دونوں مسلمان تھے۔ آپ نے اپنے والدین کی زندگی میں وفات پائی (طبرانی کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۹ حدیث نمبر ۲)۔ آپ خود بھی صحابی ہیں آپ کے والد عثمان بھی صحابی ہیں۔ آپ کے بیٹے بھی صحابی اور آپ کے پوتے محمد بن عبدالرحمن بھی صحابی ہیں (طبرانی کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۱)۔ آپ کا ایک لقب عتیق بھی ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)۔ یعنی آزاد کرنے والا یا دوزخ سے آزاد۔ معراج شریف کی فوری تصدیق کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدیق کا لقب ملا (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۲۷۹، طبرانی کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۲)۔ آپ نہایت حسین وجمیل تھے اسی لیے آپ کو عتیق کہا جاتا تھا انما سمی ابو بکر رضی اللہ عنہ عتیقاً لجمال وجھہ (طبرانی جلد ۱ صفحہ ۲۰)۔ رضی اللہ عنہم

قبولِ اسلام

صحابہ اور تابعین وغیرہم میں سے خلائق کا یہ فیصلہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر ایمان لائے۔ بعض لوگوں نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خدیجہ ایمان لائیں رضی اللہ عنہم۔ امام اعظم ابو

حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے ابو بکر صدیق بچوں میں سب سے پہلے علی المرتضی اور خواتین میں سب سے پہلے خدیجۃ الکبری ایمان لائیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)۔

حضرت فرات بن سائب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت میمون بن مہران سے پوچھا: آپ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں یا ابو بکر وعمر؟ حضرت میمون کانپنے لگ گئے، حتیٰ کہ ان کے ہاتھ سے لاٹھی گر گئی۔ پھر فرمایا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس زمانے تک زندہ رہوں گا جب ابو بکر وعمر کی برابری کی جانے لگے گی۔ اللہ کی قسم وہ دونوں اسلام کے سردار تھے۔ میں نے پوچھا ابو بکر پہلے ایمان لائے یا علی؟ فرمایا اللہ کی قسم ابو بکر تو نبی کریم ﷺ پر اعلان نبوت سے پہلے شام کے سفر میں ہی ایمان لے آئے تھے جب بحیرا راہب ان سے ملا تھا اور یہ حضرت علی کے پیدا ہونے سے بھی پہلے کی بات ہے (الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۱، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰)۔

ایک دن علی المرتضی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو بہت مسرور و شادماں پایا۔ عرض کیا کہ اے محمدِ محترم ﷺ میں جب بھی آپ کی خدمت میں آتا تو آپ کا چہرہ زرد اور آنکھیں پرنم وسرخ پاتا۔ آج میں آپ کو بہت خوش وخرم پاتا ہوں اس میں کیا راز ہے؟ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اے علی تم دنیا وآخرت میں میرے برادر ہو۔ میں یہ راز تم پر کھولتا ہوں کہ آج مجھ پر وحی کا نزول ہوا ہے اور جبریل سورہ اقراء باسم ربک الذی خلق لے کر نازل ہوئے ہیں اور میں خاتم النبیین پیغمبر آخر الزماں ہوں۔ مولا علی بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ جب محمد ﷺ پر وحی نازل ہو گی تو ہم ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی رسالت ونبوت کی تصدیق کریں گے۔ میں ابو بکر کو بھی اس کی اطلاع دے دوں۔ چنانچہ مولا علی گئے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کی اس حقیقتِ حال سے مطلع کیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اے علی تم ان پر ایمان لائے یا نہیں۔ جواب دیا کہ میں نے اس معاملہ کی تحقیق کی خاطر ذرا توقف کیا ہے۔ ابو بکر صدیق نے کہا کہ جلدی چلو تا کہ ہم تم ان

پر ایمان لائیں۔ محمد ﷺ امین ہیں اپنی تمام عمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اب بھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ اے علی تم نے یہ کیا کیا کہ آپ پر فوراً ایمان نہ لائے۔ اگر موت آ جائے تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور مولا علی دونوں حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فوراً کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اور ایمان لائے (سبع سنابل صفحہ ۴۰۶)۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ھل انا الا حسنة من حسنات ابی بکر یعنی میں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۴)۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

والثان التال المحمود مشهده

اول الناس ممن صدق الرسلا

ترجمہ:۔ نبی کریم ﷺ کے بعد دوسرے نمبر والا جس کی شہادت نہایت پسندیدہ ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنے میں اور ایمان لانے میں تمام لوگوں سے اول ہے (الاستیعاب صفحہ ۴۳۰)۔

خصائص وانفرادیات

اصدق الصادقین، سید المتقین   چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

قرآن مجید میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ اتقی (اللیل:۱۷)   ۲۔ اعظم درجہ (الحدید:۱۰)   ۳۔ سابق (واقعہ:۱۰)

۴۔ مقرب (واقعہ:۱۱) ۵۔ صاحب الرسول (توبہ : ۴۰) ۶۔ ثانی اثنین (توبہ:۴۰)

۷۔ تصدیق کرنے والا (زمر:۳۳) ۸۔ صدیق کو رب راضی کرے گا (الیل:۳۱)

نبی کریم ﷺ کے بچپن کے دوست ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم ﷛ فرماتے ہیں کہ: لما بعث اللہ تعالیٰ نبیہ ﷺ فظھر امرہ بمکۃ خرجت الی الشام۔ فلما کنت ببصری اتانی جماعۃ من النصاری فقالوا الی: امن اھل الحرم انت؟ قلت: نعم۔ قالوا: فتعرف ھذا الذی تنبا فیکم؟ قلت: نعم۔ فاخذوا بیدی وادخلونی دیرا لھم فیہ تماثیل و صور، فقالوا: انظر ھل تری صورۃ ھذا النبی الذی بعث فیکم، فنظرت فلم ار صورتہ قلت: لا اری صورتہ، فادخلونی دیرا اکبر من ذاک، فاذا فیہ تماثیل و صور اکثر مما فی ذلک الدیر، فقالوا الی: انظر ھل تری صورتہ؟ فنظرت فاذا انا بصفۃ رسول اللہ ﷺ و صورتہ، و اذا انا بصفۃ ابی بکر و صورتہ آخذ بعقب رسول اللہ ﷺ فقالوا الی: ھل تری صفتہ؟ قلت: نعم۔ قلت: لا اخبرھم حتی اعرف ما یقولون۔ قالوا: ھل ھو ھذا؟ قلت: نعم۔ فاشاروا الی صفۃ رسول اللہ ﷺ قلت: اللھم نعم، اشھد انہ ھو۔ قالوا: تعرف ھذا الذی آخذ بعقبہ؟ قلت نعم۔ قالوا: نشھد ان ھذا صاحبکم، و ان ھذا الخلیفۃ من بعدہ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کی نبوت مکہ میں ظاہر ہوئی تو میں شام کے ملک میں گیا۔ راستے میں جب میں بصریٰ پہنچا تو میرے پاس عیسائیوں کی ایک جماعت آئی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کیا تم اہلِ حرم سے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو جس نے تم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے عبادت خانے میں لے گئے جس میں تراشی ہوئی صورتیں اور تصاویر تھیں۔ انہوں نے کہا کیا تم ان تصویروں میں اس نبی کی تصویر کو پہچان سکتے ہو جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے؟ میں نے دیکھا تو مجھے آپ ﷺ کی تصویر نظر نہ آئی۔ میں نے کہا ان میں وہ تصویر موجود نہیں ہے۔ وہ مجھے اس سے بڑے عبادت خانے میں لے گئے۔ اس میں پہلے سے بھی زیادہ صورتیں اور تصویریں موجود تھیں۔ انہوں نے کہا یہاں دیکھو کیا تمہیں ان کی تصویر نظر آتی ہے؟ میں نے دیکھنا شروع کیا تو رسول اللہ ﷺ کی تصویر مجھے نظر آ گئی۔ ساتھ ہی حضرت ابو بکر کی تصویر بھی اس طرح بنی ہوئی تھی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قدموں کو پکڑا ہوا

تھا۔انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تمہیں ان کی تصویر ملی؟ میں نے کہا ہاں۔میں نے سوچا میں انہیں نہیں بتاؤں گا جب تک میں ان کا خیال معلوم نہ کرلوں۔انہوں نے انگلی رکھ کے کہا کیا یہی وہ نبی ہے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی ہے۔انہوں نے کہا جس نے ان کے پاؤں پکڑے ہوئے ہیں اسے پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہی تمہارا نبی ہے اور یہ دوسرا اس کے بعد اس کا خلیفہ ہے(الوفا صفحہ ۵۶۔۵۷،الریاض النضرہ صفحہ ۲۲۰،۲۲۱)۔

مردوں میں سب سے پہلے مومن(بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۷)۔آپ نے مسلمان ہوتے ہی اپنی ساری دولت چالیس ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کردیے اور سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جنہیں اسلام لانے کے جرم میں کافر عذاب دیتے تھے۔ان آزاد کردہ غلاموں میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لو کنت متخذاً خلیلا لا تخذت ابا بکر خلیلا یعنی اگر میں کسی کو اپنا تنہائی کا دوست بناتا تو ابو بکر کو بناتا(بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)۔حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوتا تھا تو آگے آپ ﷺ اور ابو بکر صدیق آپس میں عارفانہ گفتگو کررہے ہوتے تھے۔میں ان کے درمیان اس طرح بیٹھ جاتا تھا جس طرح ایک ان پڑھ حبشی ہو، مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی تھی یہ کیا بول رہے ہیں یتکلمان فی علم التوحید فاجلس بینهما کانی زنجی لا اعلم ما یقولون(الریاض النضرۃ صفحہ ۱۵۱)۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ :ان الایمان باللہ تعالی کان فی النبی ﷺ علی کیفیة خاصة لو طرحت علی اهل الارض صحابة و غیرهم لذابوا وورث ابو بکر رضی اللہ عنہ من تلک الکیفیة شیئا قلیلا علی قدر ما تطیقه ذاتة و مع ذالک لم یکن فی امة النبی ﷺ من یطیق ابا بکر فی ذلک ولا من یدانیه ولا من

الصحابة ولا من غيرهم من اهل الفتح الكبير لان النبی ﷺ بلغ فی اسرار الالوهية و حقائق الربوبية و دقائق العرفان مبلغا لا یکیف ولا یطاق و کان یتکلم مع ابی بکر فی البحور التی کان یخوضها علیه الصلوة والسلام فارتقی ابو بکر المرتقی المذکور و مع ذلک فکان النبی ﷺ فی الثلاث سنین الاخیرة لا یتکلم معه فی تلک الحقائق خیفة علیه ان یذوب یعنی نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالی پر ایمان ایسی خاص کیفیت سے تھا کہ اگر وہ تمام اہل زمین کی طرف پھینکا جائے تو پگھل کر رہ جائیں خواہ صحابہ ہوں یا کوئی اور۔اس کیفیت میں سے حضرت ابوبکر کو ان کی برداشت کے مطابق تھوڑا سا حصہ ملا تھا۔اس کے باوجود یہ فیض اتنا زیادہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی امت میں ایک شخص بھی حضرت ابوبکر کا فیض برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی آپ کے قریب آنے کی طاقت رکھتا تھا، خواہ صحابہ میں سے ہو یا ان کے علاوہ فتحِ کبیر کے افراد میں سے ہو۔اس لیے کہ نبی کریم ﷺ اسرارِ الوہیت، حقائقِ ربوبیت اور دقائقِ عرفان میں ایسی بلندی پر پہنچے ہیں جسے نہ کوئی بیان کرتا سکتا ہے اور نہ وہاں پہنچ سکتا ہے۔آپ ﷺ حضرت ابوبکر کے ساتھ معرفت کے ان سمندروں سے متعلق گفتگو فرماتے تھے جس میں آپ غوطہ زن رہتے تھے۔حضرت ابوبکر مذکورہ مرتبے تک ترقی کر گئے تھے مگر اس کے باوجود نبی کریم ﷺ آخری تین سالوں میں ان سے بھی ان حقائق پر گفتگو نہیں فرماتے تھے کہ کہیں وہ پگھل نہ جائیں (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۲۷۳ بحوالہ الابریز)۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ صدیقِ اکبر کی شان میں فرماتے ہیں: شیخ الاسلام، خیر الانام بعد از انبیاء علیہم السلام، امام و سید اہل تجرید، شہنشاہِ اربابِ تفرید، از آفاتِ انسانی بعید، امیر المومنین حضرت ابوبکر عبداللہ بن عثمان الصدیق، حقائق و معارف میں آپ کی کرامات مشہور اور علامات و شواہد ظاہر ہیں ......مشائخ عظام آپ کو اربابِ مشاہدہ کا سردار قرار دیتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اربابِ مجاہدہ کا پیشوا سمجھتے ہیں......صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام مخلوقات سے آگے ہیں۔اور کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ

آپ سے آگے قدم رکھے...... جب خداوند تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو کمالِ صدق کے مقام پر فائز کرتا ہے اور اسے مقامِ تمکین پر متمکن کرتا ہے تو وہ فرمانِ الٰہی کا منتظر رہتا ہے کہ آیا اسے فقیری کا حکم ہوتا ہے یا امیری کا۔ اگر امیری کا حکم ہوتا ہے تو وہ امارت اختیار کرتا ہے اور اس میں اپنے تصرف یا اختیار کو دخل نہیں دینے دیتا۔ جیسا کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ابتدا سے انتہا تک فقر اور تسلیم و رضا کو پسند کیا۔ اس لیے صوفیائے کرام جن کے امام و مقتدا صدیقِ اکبر ہیں ان کا مسلک بھی یہی فقر اور تسلیم و رضا ہے اور وہ امارت و ریاست کی تمنا نہیں کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ عام مسلمانوں کے بھی دینی امام ہیں اور اس طریقت پر چلنے والوں کے خاص امام ہیں (کشف المحجوب صفحہ ۶۷ تا ۶۹)۔

داتا صاحب ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ان الصفا صفة الصديق

ان اردت صوفيا على التحقيق

ترجمہ:۔ اگر تم صوفی کے بارے میں تحقیق جاننا چاہتے ہو تو سن لو، اگر کوئی صوفی کی صفت کا حامل ہے تو وہ ابوبکر صدیق ہے۔

سنہ ۹ ہجری میں نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق امیرِ حج مقرر ہوئے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲۰)۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے تمام صحابہ کی امامت کی (بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۴، درۂ نجفیہ شرح نہج البلاغہ ۲۲۵)۔ نیز فرمایا کہ لا ینبغی لقوم فیھم ابو بکر ان یومھم غیرہ یعنی جن لوگوں میں ابوبکر موجود ہو، انہیں زیب نہیں دیتا کہ ابوبکر کے علاوہ کوئی دوسرا ان کی امامت کرائے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)۔ انہی وجوہات کی بناء پر پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔

ان ارحم امتی بامتی ابو بکر یعنی میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)۔ آپ اس قدر کریم اور مہربان تھے کہ لوگ آپ کو الاواہ کہتے تھے یعنی پناہ گاہ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹، صواعق محرقہ صفحہ ۸۵)۔

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جب گھر کا سارا سامان لا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں

پیش کر دیا تو آپ ﷺ نے پوچھا اے ابوبکر اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا، ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶)۔ اس جملے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کو حاضر ناظر مانتے ہوئے اپنے گھر میں بھی موجود سمجھا اور اپنے سامنے بھی موجود دیکھا۔ حضرت ابو نصر سراج رحمت اللہ علیہ کتاب اللمع میں فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا صوفیانہ جملہ تھا جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانِ اقدس سے جاری ہوا۔

ان امن الناس علی ابو بکر یعنی مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ احسانات ابوبکر کے ہیں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)۔ نبی کریم ﷺ ابوبکر کے مال میں اس طرح تصرف فرماتے تھے جیسے اپنا ذاتی مال ہو (فضائل صحابہ جلد ۱ صفحہ ۷۲، الریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۰)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ میری جان اور مال آپ ہی کا تو ہے هل انا و مالی الا لک (صحیح ابنِ حبان صفحہ ۱۸۲۶ حدیث نمبر ۶۸۵۸، صواعقِ محرقہ صفحہ ۷۴، کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۷)۔

حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ سے کسی نے زکوٰۃ کا نصاب پوچھا۔ آپ نے فرمایا فقہ کا مسئلہ پوچھ رہے ہو یا عشق کی بات کر رہے ہو؟ اس بندے نے عرض کیا دونوں طرح سے ارشاد فرما دیں۔ آپ نے فرمایا شریعت کی زکوٰۃ اڑھائی فیصد سالانہ ہے جب کہ عشق کی زکوٰۃ سارے کا سارا مال اور اس کے ساتھ ساتھ جان کا نذرانہ پیش کرنے سے ادا ہوتی ہے۔ اس بندے نے عرض کیا کہ عشق کی زکوٰۃ کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اپنی بیٹی عائشہ نذرانے کے طور پر پیش کر دی اور عرض کیا هل انا و مالی الا لک یا رسول اللہ یعنی یا رسول اللہ میری جان اور میرا مال سب آپ کا ہے (مکتوباتِ یحییٰ منیری صفحہ ۳۴، کشف المحجوب صفحہ ۳۳۶)۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت

Nafse Islam نفس اسلام WWW.NAFSEISLAM.COM

ابوبکر بھی موجود تھے۔ آپ نے عباء پہنی ہوئی تھی جسے سامنے سینے کے پاس کانٹوں سے بخیہ کیا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا، ابوبکر نے یہ کیسا لباس پہن رکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے اپنا سارا مال فتح مکہ سے پہلے مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ ابوبکر کو میرا اسلام پہنچائیں اور اس سے پوچھیں کہ کیا تم اس فقر کی حالت میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے صدیق کو سلام پہنچایا اور یہ سوال پوچھا۔ ابوبکر نے عرض کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں (بغوی جلد ۴ صفحہ ۲۹۵، ابنِ کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۰۴، کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۸)۔

امام قرطبی علیہ الرحمہ نے یہ حدیث اس سے آگے بھی نقل فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح تم مجھ سے راضی ہو اسی طرح میں بھی تجھ سے راضی ہوں۔ یہ سن کر ابوبکر رونے لگے۔ حضرت جبریل نے عرض کیا۔ یارسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جس دن سے آپ کے یار نے یہ عباء پہنی ہے اس روز سے تمام حاملین عرش فرشتوں نے بھی ایسی ہی عباء پہن رکھی ہیں۔

جب صدیق اکبر کا دل دنیا کی محبت سے پاک ہو گیا تو آپ کا ہاتھ خود بخود اس کی آلائش سے صاف ہوا اور آپ نے سب کچھ اٹھا کر راہِ حق میں دے دیا۔ یہ تمام صفات صوفیِ صادق کی ہیں اور ان کا انکار حق کا انکار ہے اور صدیق کے ان کمالات کا منکر غرور اور تکبر کا شکار ہے (کشف المجوب صفحہ ۳۳)۔

حب ابی بکر و شکرہ واجب علی امتی یعنی میری امت پر ابوبکر کی محبت اور شکر واجب ہے (صواعق محرقہ صفحہ ۷۴)۔

قیامت کے دن میں ابوبکر اور عمر اکٹھے اٹھیں گے ھکذا نبعث یوم القیامۃ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۸، ابن ماجہ صفحہ ۱۱، مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۴)۔ ابوبکر اور عمر جنتی بوڑھوں

کے سردار ہیں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷، ابن ماجہ صفحہ ۱۰)۔ میری امت میں ابوبکر سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۹۲، مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)۔ آخرت میں سب لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ عام تجلی فرمائے گا مگر ابوبکر کے لیے خاص تجلی فرمائے گا (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۹۲)۔

پوری مخلوق میں سب سے زیادہ حضور کو پیارے تھے احب خلق اللہ الیک (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی غلط فہمی ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا تو سب لوگوں نے میرے منہ پر کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو مگر ابو بکر میری غیر موجودگی میں لوگوں سے کہتا پھرا کہ وہ سچ کہتا ہے۔ اس نے اپنی جان اور مال سے میرا دفاع کیا دو مرتبہ فرمایا کہ فھل انتم تار کولی صاحبی کیا تم میرے یار کو میری خاطر خوش نہیں رکھ سکے؟ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۷۔۵۱۶)۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر غارِ ثور تک پہنچایا تا کہ آپ کے قدموں کے نشان ظاہر نہ ہوں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۲، الوفا صفحہ ۲۳۷)۔

اللہ تعالیٰ آسمان میں پسند نہیں فرماتا کہ ابوبکر زمین میں غلطی کرے (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۱۷۸، کنز جلد ۱۱ صفحہ ۲۵۵)۔ آپ نے کبھی شرک نہیں کیا (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۱)۔ آپ نے زمانۂ اسلام سے پہلے بھی کبھی شراب نہیں پی (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸)۔

تمام صحابہ میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا مجھے بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا آپ۔ فرمایا میں نے ہمیشہ اپنے برابر والے سے مقابلہ کیا ہی۔ مجھے بتاؤ سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا آپ ہی بتائیے۔ فرمایا ابوبکر۔ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے عرشہ تیار کیا۔ پھر ہم نے پوچھا کون ہے جو حضور ﷺ کا پہرا دے اور کسی کو آپ کے قریب نہ آنے دے۔ اللہ کی قسم ابوبکر کے سواء کوئی آگے نہ بڑھا الخ

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲، صواعقِ محرقہ صفحہ ۳۰)۔ اسلام کے سب سے پہلے خطیب تھے۔ فکان اول خطیب دعا الی اللہ و سولہ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۳)۔ کفارِ مکہ نے محبوب کریم ﷺ کو اس قدر اذیت دی کہ آپ کو غش آ گیا۔ صدیق اکبر وہاں پہنچ گئے۔ آپ نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا۔ لوگو تمہارا برا ہو تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے پاگل (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۲۸۳)۔

نبی کریم ﷺ کے یارِ غار۔ واحد صحابی جن کا صحابی ہونا قرآن نے بیان کیا ہے اذیقول لصاحبہ لاتحزن (التوبہ:۴۰)۔ قرآن نے نبی کا ثانی قرار دیا ثانی اثنین اذھما فی الغار (التوبہ:۴۰)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بیٹوں کی محفل میں ایک آدمی نے کہا اللہ کی قسم حضرت علی ہر موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر وہاں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا میرے بھائی قسم نہ کھا۔ غارِ ثور میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ابوبکر کے سواء کوئی آدمی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ثانی اثنین اذھما فی الغار فرمایا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے واضح اشارات سے انہیں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے جو تصریح کے قائم مقام ہیں (الاستیعاب صفحہ ۴۳۲)۔

نبی کریم ﷺ کی سب سے پیاری زوجہ مطہرہ کے والد یعنی حضور ﷺ کے سسر۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۲، مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۲۸)۔ ہجرت کے سفر میں اور جنگِ بدر کے عریش میں نبی کریم ﷺ کی جان کا پہرہ دیا۔ نبی کریم ﷺ کی طرف سے کفار کو تبلیغی خطوط لکھا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صحبت اور دولت کے ذریعے ابوبکر نے مجھ پر تمام انسانیت سے زیادہ احسان کیے ہیں اور مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیے جائیں مگر ایک ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۶)۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا ابوبکر و عمر دین کے کان اور آنکھیں ہیں (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۹)۔ ابوبکر اور عمر میرے کان اور آنکھ کی طرح ہیں (مستدرکِ حاکم جلد ۳

صفحہ ۲۸۵)۔حضور کریم ﷺ نے فرمایا میرے بعد ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۲۹۰،ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)۔نیز فرمایا ابو بکر اور عمر زمین میں میرے وزیر ہیں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کے وقت مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ما کنت لا قدم و انت خلیفة رسول اللہ ﷺ یعنی مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں آگے بڑھوں جب کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۱)۔

آپ ہی نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کو غسل دیں (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۸۳)۔آپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نبی کریم ﷺ کی قبر انور بنائی گئی اور اس جگہ پر دفن کرنے کا فیصلہ خود حضرت ابو بکر صدیق نے کیا (ترمذی، مشکوۃ صفحہ ۵۴۷)۔جنازے میں تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان دس دس کی ٹولیوں میں باری باری جاتے رہے اور محبوب کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتے رہے تمام اہل مدینہ وعوالی نے شرکت کی (اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۶۱، ۲۶۲)۔ تمام مہاجرین و انصار نے شرکت کی (جلاء العیون فارسی صفحہ ۱۱۴، احتجاج طبرسی جلد ۱ صفحہ ۱۰۶)۔جب حفاظ کثرت سے شہید ہو گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے پر آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن کا ایک مکمل نسخہ تیار کرنے کا حکم دیا جسے انہوں نے کھجور کے پتوں، پتھر کے ٹکڑوں اور حفاظ کے سینوں سے جمع کیا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۴۵)۔بالکل نبی کریم ﷺ جتنی عمر پائی۔آج بھی نبی کریم ﷺ کے پہلو میں دفن ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ سلسلہ نقشبندیہ کے پہلے مرشد ہیں۔آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خلافت دی۔سلمان فارسی نے صدیق اکبر کے پوتے حضرت قاسم کو خلافت دی۔حضرت قاسم نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو خلافت دی۔اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا (بفضلہ تعالیٰ)۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے مرشد حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر کے خلفیہ بھی تھے اور

نواسے بھی۔ آپ کی والدہ حضرت ام فروہ حضرت قاسم کی بیٹی ہیں۔ جبکہ حضرت امِ فروہ کی والدہ یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نانی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ آپ کا نام اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر ہے۔ اسی لئے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکر نے دو دفعہ جنم دیا ہے (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، مکتوبات امام ربانی جلد ا صفحہ ۴۰۷، مکتوب نمبر ۲۹۰، اور شیعہ کی کتابیں احقاق الحق صفحہ ۷، کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)۔

تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم

آپ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ ذکی اور سب سے زیادہ معاملہ فہم تھے۔ سنتِ رسول ﷺ کے سب سے بڑے عالم تھے اعلمھم بالسنة۔ حتی کہ ہر ہر صحابی کو مسئلہ سمجھنے میں توقف کرنا پڑا مگر جب صدیقِ اکبر سے بحث ہوئی تو مسئلہ واضح ہو گیا کہ صدیقِ اکبر حق پر ہیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۵)۔ حضرت محمد بن سیرین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر اس امت میں سب سے زیادہ خوابوں کی تعبیر کے ماہر تھے (صواعقِ محرقہ صفحہ ۳۴، الریاض النضرہ جلد ا صفحہ ۱۵۹)۔ علم الانساب میں سب سے زیادہ ماہر تھے (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۱۵۲)۔

ایک مرتبہ محبوب کریم ﷺ منبر پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے تو دنیا کو اختیار کرے اور چاہے تو آخرت کو۔ اس بندے نے آخرت کو اختیار کر لیا۔ یہ سن کر ابوبکر رونے لگے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ہماری جانیں اور ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ تمام صحابہ حیران ہو گئے کہ نبی کریم ﷺ کسی ایک آدمی کی بات کر رہے ہیں اور یہ بوڑھا خواہ مخواہ رونے لگا ہے۔ ہم پر بعد میں واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنی بات کر رہے تھے جسے ہم سمجھ نہ سکے۔ جب کہ ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم رکھتے تھی کان ابو بکر اعلمنا (مسلم، بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶)۔

نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خود امامت کے مصلے پر کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ بخاری شریف میں ایک پورا باب ہے جس کا نام ہے اھل العلم و الفضل احق بالامامة یعنی علم اور فضیلت والا شخص امامت کا زیادہ حق دار ہے (بخاری جلد ا صفحہ ۹۳)۔

امام العقائد حضرت امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

و تقدیمه له دلیل علی انه اعلم الصحابة و اقرأهم لما ثبت فی الخبر المتفق علی صحته بین العلماء ان رسول اللہ ﷺ قال یؤم القوم اقرءهم لکتاب اللہ فان کانوا فی القرأة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاکبرهم سنا فان کانوا فی السن سواء فاقدمهم اسلاما یعنی نبی کریم ﷺ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آگے کھڑا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صدیق اکبر تمام صحابہ سے زیادہ علم والے اور بہتر قاری تھے۔ اس لیے کہ صحیح ترین حدیث میں ہے جسکی صحت پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قوم کی امامت وہ شخص کرے جوان میں قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو اور اگر قاری ہونے میں سب برابر ہوں تو پھر وہ شخص امامت کرائے جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرائے جو سب سے پہلے مسلمان ہوا ہو۔

علامہ ابنِ کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور یہ تمام کی تمام صفات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۵۷)۔

نبی کریم ﷺ کے وصال شریف کے موقع پر صحابہ کرام پر شدید کرب وملال طاری تھا۔ اور حضرت عمر فاروق کو اس وصال شریف کا یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ اس موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل یعنی محمد اللہ کے رسول ہی ہیں اور آپ سے پہلے بھی رسول دنیا سے جاتے ہی رہے ہیں (آلِ عمران: ۱۴۴)۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیق نے یہ آیت پڑھی تو ایسے لگتا تھا جیسے لوگ آج تک اس آیت کو سمجھے ہی نہ تھے اور آج تک اس کا مفہوم پوشیدہ تھا۔ پھر یہ حال ہو

گیا کہ یہ آیت ہر شخص کی زبان پر جاری تھی (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۴۰)۔

حضور کریم ﷺ کی تقریر سے ان کی وفات سمجھ لینا اور آیت و ما محمد الا رسول کا اس موقع پر پڑھنے کے لیے (Reserve) رہنا اور اسے عین موقع پر فٹ کرنا، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی علمی بصیرت اور نکتہ شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ کے وصال کے موقع پر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا: ''اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد ﷺ اس جہان سے چلے گئے ہیں اور جو ربِ محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے تو یاد رکھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل یعنی محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم دینِ اسلام سے پھر جاؤ گے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص فانی چیز کے ساتھ دل لگاتا ہے فنا ہو جاتا ہے اور دکھ اٹھاتا ہے اور جو شخص باقی کے ساتھ دل لگاتا ہے وہ زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کا جسم فنا کیوں نہ ہو جائے۔ پس جس کسی نے محمد علیہ السلام کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا آپ ﷺ کے اس جہان سے پردہ پوش ہونے کے بعد اس کے دل میں آپ کی منزلت کے بارے میں حیرت پیدا ہو گئی۔ اور جس نے آنحضرت ﷺ کو چشمِ حقیقت سے دیکھا اس کے لیے آپ کا اس جہان سے پردہ پوش ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ کیونکہ جس شخص کو مقامِ بقاء باللہ حاصل ہے اس نے آپ کو باقی باللہ دیکھا اور جو مقامِ فناء فی اللہ پر ہے اس نے آنحضرت ﷺ کو فنا فی اللہ دیکھا۔ بہر صورت اس نے تبدیل ہونے والے کی بجائے تبدیل کرنے والے کو دیکھا۔ نہ اس نے کسی غیر سے دل لگایا نہ خلق پر نگاہ کی۔ کسی نے خوب کہا۔ من نظر الی الخلق هلک و من نظر الی الحق ملک یعنی ''جس نے خلق پر نظر کی ہلاک ہوا اور جس نے حق پر نظر کی وہ فرشتوں کے رنگ میں رنگا گیا'' (کشف المحجوب صفحہ ۳۲)۔

قرآن وسنت وآثار میں آپ کیلیے مندرجہ ذیل صیغے تفضیل کے استعمال ہوئے ہیں:

WWW.NAFSEISLAM.COM

اعظم درجة(الحدید:۱۰) ، الاتقیٰ(اللیل:۱۷) ، خیر الناس(بخاری جلد۱ صفحہ ۵۱۶)،اعلم(بخاری ،مسلم،مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶)،اعلم بالسنة(تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۵)، اعلم بالانساب(الریاض النضرۃ جلد۱ صفحہ ۱۵۲) ، اشجع(تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲) ، الاواہ(تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹ ،صواعقِ محرقہ صفحہ ۸۵) ، ارحم(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹) ، اراف(مستدرک جلد ۴ صفحہ ۲۵۵) ، امن الناس علی رسول اللہ ﷺ(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)، افضل الامة(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۸۸)، خیر الاولین والآخرین(صواعقِ محرقہ صفحہ ۷۶) ، احب الی رسول اللہ ﷺ(بخاری جلد۱ صفحہ ۵۱۸) ، احق بالامامة بعد رسول اللہ ﷺ(مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۳)۔

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کثرت سے بیان فرمائے ہیں ومناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ عنه کثیرة جدا(الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۰)۔

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کم للصدیق من مناقب و مواقف و فضائل لا تحصیٰ یعنی صدیقِ اکبر کے کتنے ہی مناقب اور فضائل جن کا کوئی شمار نہیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۶)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مراقبے کی بنیاد

اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کی شان میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس جملے کی مثال کائناتِ پست وبالا میں کہیں نہیں ملتی۔آپ نے فرمایا: ارقبوا محمدا ﷺ فی اهل بیته یعنی محمد کے اہلِ بیت میں محمد ﷺ کو دیکھا کرو(بخاری جلد۱ صفحہ ۵۳۰)۔اس جملے میں اہلِ بیت علیہم الرضوان کی شان بیان کرنے میں انتہا کردی گئی ہے نیز یہی جملہ مراقبے کی بہت بڑی اصل اور بنیاد ہے۔

خلافت

اللہ کریم جل شانہ نے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ والوں کو زمین میں خلافت عطا ہوگی وعد اللہ الذین آمنوا و عملوا الصلحت الایہ (النور: ۵۵)۔ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ اپنے بھائی عبدالرحمن اور اپنے والد ابوبکر کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرتا رہے حالانکہ اللہ اور اس کے فرشتوں نے ابو بکر کے سواء ہر کسی کی امامت کا انکار کر دیا ہے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)۔ آپ ﷺ نے خود انہیں امامت کے مصلے پر کھڑا فرمایا (بخاری جلد ا صفحہ ۹۴)۔ آپ ﷺ کے وصال شریف کے بعد تمام صحابہ نے صدیق اکبر کو افضل ترین قرار دیا اور اسی افضلیت کی بنا پر انہیں خلافت کا حقدار ثابت کیا انت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ ﷺ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۸)۔

اجمع الناس علی خلافۃ ابی بکر الصدیق، و ذلک انہ اضطر الناس بعد رسول اللہ ﷺ فلم یجدوا تحت ادیم السمآء خیرا من ابی بکر فولوہ رقابھم یعنی تمام صحابہ ابوبکر کی خلافت پر متفق ہو گئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد پوری تفتیش کی مگر آسمان کے چھت کے نیچے ابوبکر سے بہتر شخص نہ پایا اور اسی وجہ سے اپنی گردنیں ان کے حوالے کر دیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۴ بحوالہ بیہقی)۔

مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لقد امر النبی ﷺ ابابکر ان یصلی بالناس و انا شاھد و ما انا بغائب و مابی مرض فرضینا لدنیانا ما رضی بہ النبی ﷺ لدیننا یعنی ابوبکر کو نبی کریم ﷺ نے نماز کے لیے خود امام بنایا تھا، میں موقع پر موجود تھا، میں غیر حاضر نہیں تھا نہ ہی مجھے کوئی مرض تھا کہ میں غائب ہوتا، لہٰذا جس شخص کو نبی کریم ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا ہم نے اسے اپنی دنیا کے لیے بھی پسند کر لیا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۲)۔

زمانۂ خلافت کے اہم کارنامے

نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کی طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ مسیلمہ بنی حنیفہ کا سردار تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ اللہ نے

اسے حضور ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک ٹھہرایا ہے۔عرب کے نصاریٰ کی ایک عورت سجاع نے بھی نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔اس نے اپنی فوج تیار کر رکھی تھی۔ یہ عورت مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل گئی اور اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔حضرت عکرمہ نے اکیلے ہی حملہ کر دیا جس کی وجہ سے نقصان ہوا۔آپ واپس بلا لیے گئے۔ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ طلیحہ بن خویلد کی طرف سے فارغ ہو چکے تھے۔انہیں مسیلمہ کے مقابلے کے لیے بھیجا گیا۔سخت مقابلہ ہوا۔مسلمانوں کی فوج کا نعرہ یا محمداہ تھا۔مسیلمہ مارا گیا اور اس کی بیوی سجاع لا پتہ ہوگئی۔

طلیحہ بن خویلد بنی اسد کا سردار تھا۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا مقابلہ کیا، ہار گیا، مختلف ممالک میں گھومتا رہا، پھر دوبارہ توبہ کر لی۔مدینہ پہنچ کر دربارِ خلافت میں معافی مانگ لی۔

اسود عنسی یمنی تھا۔اس نے حضور ﷺ کے دور میں ہی اپنی نبوت کا شور مچا رکھا تھا۔حضور ﷺ نے قبیلہ کے سردار کو خط لکھا۔اس کے آدمی فیروز نے اسود کو قتل کر دیا اور صبح اسکی چھت پر چڑھ کر اذان دے دی۔اس کے مریدوں نے صدیقی دور میں دوبارہ سر اٹھایا۔مہاجر بن امیہ کو بھیج کر ان کا استیصال کیا گیا۔

جنگ موتہ کے شہداء کا بدلہ لینے کے لیے حضرت اسامہ کا لشکر نبی کریم ﷺ کے زمانے میں شام کی طرف جانے کیلئے تیار تھا۔مگر محبوب کریم ﷺ کے وصال کی وجہ سے راستے میں رک گیا تھا۔سیدنا صدیق اکبر نے صحابہ کرام کے منع کرنے کے باوجود اس لشکر کو روانہ کر دیا۔حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کامیاب لوٹے۔

آپ نے منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف کارروائی کی۔اس کارروائی سے بھی صحابہ کرام نے آپ کو منع فرمایا۔مگر بعد میں ان کے سینے کھل گئے اور وہ اس کارروائی کی مصلحت اور حکمت کو سمجھ گئے۔

آپ کے دور میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں عراق کے علاقے فتح ہوئے۔حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر شام کی طرف بھیجا گیا۔اور حضرت

خالد رضی اللہ عنہ کو عراق سے بلا کر اس لشکر کی امداد کیلئے بھیجا گیا۔ اب حضرت خالد سالارِ اعظم بنے اور شام میں داخل ہو کر بصرہ اور اجنادین کو فتح کر لیا۔ یرموک میں دمشق کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور کام ادھورا رہ گیا۔ تقریباً یہ سارے حالات البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۲۹۸ تا ۳۲۷ پر موجود ہیں۔

شانِ صدیق اکبر شیعہ کی کتابوں سے

صدیق ماننا

۱۔ امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابو بکر الصدیق جد لی یعنی ابو بکر صدیق میرے نانا ہیں (احقاق الحق صفحہ ۷)۔

۲۔ نیز فرماتے ہیں ولدنی الصدیق مرتین یعنی میں ابو بکر صدیق کی اولاد میں دو طریقوں سے داخل ہوں (احقاق الحق صفحہ ۷، کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)۔

۳۔ عن عروۃ بن عبد اللہ قال سئلت ابا جعفر محمد بن علی علیہما السلام عن حلیۃ السیوف فقال لا بأس بہ قد حلی ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سیفہ قلت فتقول الصدیق؟ قال فوثب وثبۃ و استقبل القبلۃ و قال نعم الصدیق، نعم الصدیق، نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ لہ قولا فی الدنیا و لا فی الآخرۃ یعنی امام باقر علیہ السلام سے عروہ بن عبد اللہ نے پوچھا کہ تلوار کو زیور پہنانا جائز ہے کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ابو بکر صدیق نے اپنی تلوار کو چاندی کا زیور پہنایا۔ عروہ نے کہا آپ ابو بکر کو صدیق کہہ رہے ہیں؟ آپ سخت جلال میں آ گئے، قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمایا ہاں وہ صدیق ہے، ہاں وہ صدیق ہے، ہاں وہ صدیق ہے۔ جو اسے صدیق نہ مانے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی کسی بات کی تصدیق نہ کرے آمین (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)۔

شہزادی پاک اور مولا علی علیہما الرضوان کے نکاح کی تجویز

۱۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر اور سعد سے فرمایا کہ آئیں حضرت علی کے پاس جا کر انہیں حضور ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ کا رشتہ مانگنے پر تیار کریں۔ اگر وہ اپنی غربت کا عذر کریں تو ہم ان کی مالی امداد کریں گے (جلاء العیون صفحہ ۱۱۴)۔

۲۔ مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابوبکر اور عمر میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ آپ حضرت رسول ﷺ کے پاس جا کر حضرت فاطمہ کا رشتہ کیوں نہیں مانگتے؟ لہذا میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا (جلاء العیون صفحہ ۱۱۳)۔

۳۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر، عمار بن یاسر اور بعض دوسرے صحابہ کو سیدہ کا جہیز خریدنے کے لئے بھیجا (جلاء العیون صفحہ ۱۱۸)۔

۴۔ سیدہ کے نکاح کے وقت نبی کریم ﷺ نے ان حضرات کو بلوایا اور یہ گواہ بنے۔ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور اتنے ہی انصار (کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۸)۔

مولا علی نے صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھی

حضر المسجد و صلی خلف ابی بکر یعنی مولا علی مسجد میں تشریف لائے اور ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی (احتجاج طبرسی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، ضمیمہ مقبول صفحہ ۴۱۵، غزواتِ حیدری صفحہ ۶۲۷، مراۃ العقول صفحہ ۳۸۸)۔

مولا علی نے صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت فرمائی

۱۔ مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فنظرت فی امری فاذا طاعتی سبقت بیعتی و اذا المیثاق فی عنقی لغیری یعنی میں نے اپنے معاملے میں غور کیا۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا ماتحت رہنا امیر بننے سے بہتر ہے اور یہ کہ میری گردن میں دوسرے کی اطاعت کا میثاق موجود ہے (نہج البلاغہ صفحہ ۶۲)۔

۲۔ ثم تناول ید ابی بکر فبایعہ یعنی مولا علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ

پکڑا اوران سے بیعت کی (احتجاج طبرسی جلد ا صفحہ ۱۱۰)۔

۳۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے مولا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے بیعت کر لی ہے؟ فرمایا ہاں (احتجاج طبرسی جلد ا صفحہ ۱۱۵)۔

اس کے علاوہ بہت سی کتابوں میں اس بیعت کا ذکر موجود ہے مثلاً کتاب الشافی صفحہ ۳۹۸، الروضہ من الکافی صفحہ ۲۹۸، حق الیقین جلد ا صفحہ ۱۳۸ وغیرہ وغیرہ)۔

واضح رہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے خود یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ جب کوئی یوں کہے کہ میں نے اوپر اوپر سے بیعت کی ہے دل سے نہیں کی تو یہ محض فریب ہوگا۔ ایسی بیعت کو صحیح بیعت سمجھا جائے گا (حاصل نہج البلاغہ صفحہ ۳۴)۔

صدیق اکبر کی شان میں مولا علی کے ارشادات

۱۔ وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم اللہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری وان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ وجزاھما باحسن ما عملا یعنی وہ اسلام میں سب لوگوں سے افضل تھے جیسا کہ تم نے بھی کہا ہے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے خلیفہ صدیق تھے اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق تھے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم یقیناً اسلام میں ان دونوں کا مقام بہت عظیم ہے اور ان کی موت نے اسلام کو زخمی کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور انہیں ان کے اعمال پر جزائے خیر عطا فرمائے (شرح نہج البلاغہ از ابن میثم بحرانی جلد ۳ صفحہ ۴۸۶)۔

۲۔ وانا نری ابابکر احق الناس بھا انہ لصاحب الغار وثانی اثنین وانا لنعرف لہ سنہ ولقد امرہ رسول اللہ ﷺ بالصلوۃ وھو حی یعنی مولا علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ابوبکر کو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے یارِ غار ہیں اور قرآن نے انہیں ثانی اثنین کہا ہے۔ ہم ان کی بزرگی کے معترف ہیں۔ نبی کریم

ﷺ نے انہیں اپنی زندگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا (شرح نہج البلاغہ از ابن ابی حدید جلد ا صفحہ ۲۹۳)۔

۳۔ سوید بن غفلہ کہتے ہیں میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو ابوبکر اور عمر پر تنقید کر رہے تھے۔ میں نے یہ بات حضرت علی کو جا کر بتائی اور میں نے کہا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ بھی ابوبکر اور عمر سے دلی طور پر ناراض ہیں مگر ظاہر نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ تنقید کی جرأت کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں عبداللہ ابن سبا بھی شامل تھا جس نے سب سے پہلے یہ پروپیگنڈا شروع کیا تھا۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا میں ایسی سوچ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ تعالی ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں داخل ہوئے۔ منبر پر چڑھ گئے، اپنی سفید داڑھی مبارک کو پکڑا جو آنسوؤں سے تر تھی۔ آپ نے کچھ دیر انتظار کیا حتی کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔

ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دونوں بھائیوں، دونوں وزیروں، دونوں یاروں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے بزرگوں کا گلہ کرتے ہیں۔ میں اس حرکت سے بری ہوں اور میں ایسی حرکت کرنے والے کو سزا دوں گا۔ یہ دونوں بزرگ نبی کریم ﷺ کی صحبت میں وفادار خادم کی حیثیت سے رہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق نیکی کا حکم دیتے رہے، برائی سے روکتے رہے، فیصلے کرتے رہے اور شرعی سزائیں نافذ کرتے رہے نبی کریم ﷺ ان دونوں کے مقابلے پر کسی کی بات کو اہمیت نہیں دیتے تھے اور نہ ہی ان جیسا کسی کو محبوب سمجھتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی نبی کریم ﷺ پر ان کی دین میں پختگی واضح تھی۔ نبی کریم ﷺ اس دنیا سے جاتے وقت ان سے راضی تھے اور تمام مسلمان ان سے راضی تھے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات میں اور بعد میں انہوں نے کبھی بھی نبی کریم ﷺ کے طریقے کو نہیں چھوڑا حتی کہ سنت پر چلتے چلتے ان کی موت واقع ہوئی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پیدا کیا اور انسان کے بنیادی جرثومے کو پروان چڑھایا ان دونوں سے وہی شخص محبت کرے گا جو مومن ہے، فضیلت والا ہے اور ان دونوں سے وہی شخص بغض رکھے گا جو

بد بخت ہے اور دین سے نکل چکا ہے، ان دونوں کی محبت سے خدا کا قرب نصیب ہوتا ہے اور ان کے بغض سے کفر نصیب ہوتا ہے (اطراق الحمامۃ از امام موید باللہ یحیی بن حمزۃ زیدی)۔

4۔ شیعہ مذہب کے ایک بادشاہ حسام الدولہ مصری نے کسی حاجی سے کہا کہ مدینہ شریف میں جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ اگر ابو بکر اور عمر آپ کے پاس دفن نہ ہوتے تو میں ضرور آپ کے روضے کی زیارت کرنے آتا۔ حاجی صاحب نے بادشاہ کا یہ جسارت آمیز کفریہ پیغام قبرِ انور پر جا کر پہنچا دیا۔ حاجی صاحب نے خواب میں نبی کریم ﷺ اور مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ مولا علی نے اس بات کا فیصلہ یہ دیا کہ اپنی تلوار سے حسام الدولہ کو قتل کر دیا۔ حاجی صاحب جب بیدار ہوئے تو انہوں نے خواب کی تاریخ لکھ لی۔ جب گھر واپس آئے تو معلوم ہوا کہ واقعی اسی رات حسام الدولہ کو کسی نے قتل کر دیا تھا جس رات انہوں نے یہ خواب دیکھا تھا (تتمۃ المنتھی صفحہ ۲۶ ۳ از شیخ عباس قمی)۔

شہزادیٔ رسول صلی اللہ علیہا وسلم کا وصال، غسل اور جنازہ

آخری وقت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس تیمارداری کرتی رہیں۔ شہزادی پاک نے مولا علی اور حضرت اسماء کو وصیت فرمائی کہ آپ دونوں مجھے غسل دینا (کشف الغمہ جلد ا صفحہ ۵۰۳)۔ فقال ابو بکر رضی اللہ عنہ اصنعی ما امرتک فانصرف و غسلھا علی و اسماء یعنی ابو بکر نے اپنی بیوی سے کہا جو حکم بی بی پاک نے دیا ہے اس پر عمل کرو۔ پھر آپ واپس آ گئے اور ان کو علی اور اسماء نے غسل دیا (کشف الغمہ جلد ا صفحہ ۵۰۴)۔

حضرت سیدۃ النساء کے وصال شریف پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں مل کر مولا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تعزیت کیلئے آئے اور کہا کہ اے ابوالحسن شہزادی رسول پر جنازہ میں ہم سے پہل نہ کرنا (کتاب سلیم بن قیس صفحہ ۲۲۶)۔

اہل سنت کی کتب میں تو یہاں تک تصریح موجود ہے کہ سیدنا صدیق اکبر نے مولا علی سے فرمایا کہ آگے بڑھیں اور جنازہ پڑھائیں۔ مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لیے مناسب

نہیں کہ خلیفۃ الرسول سے آگے بڑھوں۔ لہٰذا ابوبکر صدیق آگے بڑھے اور سیدۃ النس آء شہزادی پاک رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۵۴)۔ اس کے علاوہ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۹، السنن الکبری للبیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۹، ریاض النضرہ جلد۱ صفحہ ۱۵۶، حلیۃ الاولیاء از ابونعیم اصفہانی جلد ۴ صفحہ ۹۶ پر لکھا ہے کہ صدیق اکبر نے سیدہ کا جنازہ پڑھایا۔

مولا علی کے شہزادوں کے نام

مولا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شہزادوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان رکھے (تاریخ الائمہ صفحہ ۴۳، جلاء العیون صفحہ ۴۱۴، بہتر تارے صفحہ ۹۸، ۱۰۷، ۱۱۱)۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے شہزادے ابوبکر اور عمر تھے (تاریخ الائمہ صفحہ ۶۳، جلاء العیون صفحہ ۴۱۴)۔ یہ تمام شہزادے میدانِ کربلا میں شہید ہوئے مگر خدا جانے ان مقدس ہستیوں کے ناموں کو شہرت کیوں نہیں دی جاتی۔ تاہم ثبوت فراہم کرنا ہماری ذمہ داری تھی سو ہم نے شیعہ کی اپنی معتبر کتابوں سے مکمل حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں۔ کتاب چودہ ستارے کے مصنف نے صفحہ ۱۰۶ پر مولا علی رضی اللہ عنہ کے شہزادے عمر بن علی کا ذکر کیا ہے مگر اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے مولا علی اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہما کے تمام شہزادوں کے نام لکھنا گوارا نہیں کیا۔ جب کہ باقی اماموں کے بچے بچے کا نام بڑی تفصیل سے لکھا ہے مثلاً صفحہ ۲۹۰ پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تمام تر اولاد کے نام اور صفحہ ۳۱۸ پر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے انیس لڑکوں اور اٹھارہ لڑکیوں کے تفصیلی نام موجود ہیں۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔ آخر مولا علی رضی اللہ عنہ کے شہزادوں کے نام چھپانے میں کیا مصلحت تھی۔

کراماتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۱۔ ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاں چند صحابہ کرام بطور مہمان تشریف لائے۔ ان کے سامنے مختصر سا کھانا رکھا گیا۔ مہمانوں میں سے ایک فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم جو لقمہ بھی ہم اٹھاتے تو نیچے والا کھانا پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جاتا تھا۔ کھانا وافر مقدار میں بچ گیا۔ پھر یہ کھانا

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا جسے حضور کریم ﷺ کے بے شمار مہمانوں نے کھایا (بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۶)۔

۲۔ عروہ بن زبیر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین کے لیے مقام غابہ کے مال میں سے تقریبا ایک سوبیس من متعین فرمائے تھے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ پیاری بیٹی میری وفات کے بعد آپ کا غنی ہونا مجھے بہت مرغوب ہے اور آپ کا میری وفات کے بعد محتاج ہونا مجھے سخت ناپسند ہے۔ میں نے آپ کیلئے بطور عطیہ ایک سوبیس من مقرر کئے تھے۔ اگر آپ وہ مال لے چکی ہوتیں تو بہت اچھا ہوتا مگر اب وہ مال وراثت ہے۔ اب آپ کے ساتھ دو بھائی اور دو بہنیں بھی وراثت میں شریک ہیں۔ قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں میرے محبوب والد! اگر یہ مال اس سے بھی زیادہ ہوتا تب بھی میں اسے چھوڑ دیتی۔ لیکن میری بہن تو صرف اسماء ہیں یہ دوسری بہن کونسی ہے جس کا ذکر آپ فرما رہے ہیں۔ صدیق نے فرمایا وہ جو تیری ماں کے پیٹ میں ہے وہ لڑکی ہے۔ جب ولادت ہوئی تو واقعی وہ لڑکی تھی۔ (موطا امام مالک، کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۱۹)۔

۳۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک اور عظیم الشان کرامت کا ذکر سورہ کہف کی تفسیر فرماتے ہوئے امام فخر الدین رازی نے کیا ہے حالانکہ وہ بہت ہی کم کرامات صحابہ بیان فرماتے ہیں۔

امام رازی کہتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ جب ان کا جنازہ حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کے دروازے کے سامنے آیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں درخواست کی گئی یا رسول اللہ صلوات اللہ علیک یہ ابو بکر ہیں جو حضور کے دروازہ مقدس پر حاضر ہیں (ان کے لیے اب کیا حکم ہے)؟ دروازہ کھل گیا اور روضہ انور سے غیبی آواز آئی، محبوب کو محبوب کے پاس لے آؤ۔ ادخلوا الحبیب الی الحبیب۔ (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۳۳، جامع کرامات اولیاء جلد ا صفحہ ۳۷۶ تا ۳۷۹)۔

سیدھی سیدھی باتیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا صدیق اکبر ساری زندگی سفر و حضر میں، جنگ اور امن میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے۔ ہجرت سے پہلے ساتھ رہے اور ہجرت کے بعد بھی ساتھ رہے۔ اپنی بیٹی حضور ﷺ کو دے دی اور آپ ﷺ کے بعد مسندِ خلافت سنبھال کر اسلام کے امین بھی بنے۔ اب اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک برے آدمی تھے تو اس کا سیدھا سیدھا مطلب یہ ہوگا کہ محبوب کریم ﷺ اپنی نبوت میں معاذ اللہ سخت ناکام ہوئے۔ صرف ابوبکر ہی اسلام کی ناکامی کے لیے کافی ہوں گے اور اگر باقی خلفاء اور سارے صحابہ علیہم الرضوان کو بھی بے وفائی کی فہرست میں شامل کر لیا جائے تو اس ناکامی کی کوئی حد اور کوئی ٹھکانہ باقی نہ رہے گا۔ حالانکہ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ کتب اللہ لا غلبن انا و رسلی یعنی اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور بر ضرور غالب آئیں گے (المجادلہ:۲۱)۔ نیز فرماتا ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله یعنی اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے (الفتح:۲۸)۔ ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے مشن میں کامیاب رہے اور دین کو غالب کر کے دکھا دیا تو اب ماننا پڑے گا کہ سیدنا صدیقِ اکبر ایک مخلص صحابی اور محبوب کریم ﷺ کے معتمدِ خاص تھے۔

ثانیاً خالق اپنی تخلیق سے، کاریگر اپنی کاریگری سے، استاد اپنے شاگرد سے، پیر اپنے مرید سے اور نبی کا کمال اس کے خلفاء سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ جب ہمارے نبی کریم ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں تو ماننا پڑے گا کہ آپ کے خلفاء بھی تمام انبیاء کے خلفاء سے افضل ہیں۔ اسی لیے اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کے بعد سب سے افضل سیدنا صدیقِ اکبر ہیں، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی اور پھر مولا علی رضی اللہ عنہم۔

ثالثاً محبوب کریم ﷺ کی امت کی اکثریت گمراہ نہیں ہو سکتی (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۵۲،

ابن ماجہ صفحہ ۲۸۳ اور شیعہ کی کتاب نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۷ صفحہ نمبر ۱۷۰)۔ محبوب کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی اکثریت پر فخر کروں گا (مشکوۃ صفحہ ۲۶۷)۔ اور چونکہ پوری دنیا میں آج تک اہل سنت اکثریت میں ہیں جو خلفاء راشدین کو برحق مانتے ہیں لہٰذا یہی مذہب و مسلک حق پر ہے۔

رابعاً سیدنا صدیق اکبر کی قربانیاں دیکھ کر کوئی عقل مند انسان یہ باور نہیں کر سکتا کہ آپ کے اخلاص اور محبت میں کوئی کمی تھی۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لے آنا۔ ہر بات کی تصدیق کرنا، کفار سے ماریں کھانا، گھر بار اور اولاد چھوڑ کر ہجرت کرنا، ہجرت کے سفر میں اپنی جان داؤ پر لگا دینا، نبی کریم ﷺ کے آرام کی خاطر سانپ سے ڈنگ کھا لینا، گھر کا سارا سامان قدموں پر ڈال دینا، اپنی بیٹی کا رشتہ دے دینا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟ صدیق اکبر کے بارے بدگمانی کا دامن کیوں نہیں چھوڑا جا رہا؟

خامساً اللہ کریم فرماتا ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار یعنی ظالموں کی طرف مائل بھی نہ ہونا ورنہ تم بھی جہنم میں جاؤ گے (ہود: ۱۱۳)۔ اللہ کریم کے اس حکم کے باوجود صدیق اکبر سے محبوب کریم ﷺ کے دوستانہ تعلقات اور رشتہ داریاں اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ صدیق اکبر سچے عاشق رسول، اللہ کے محب اور مخلص صحابی تھے۔

سادساً سب کچھ چھوڑیے۔ یہ بتائیے آپ مولا علی رضی اللہ عنہ کا کعبہ میں پیدا ہونا ان کی فضیلت بلکہ افضلیت کا سبب مانتے ہیں۔ اور تعزیہ کے ساتھ قیدی ہونے کی منت ماننا، گھوڑے سے تبرک حاصل کرنا اور نجف اشرف اور کربلا معلّی کو متبرک سمجھنا بلکہ اس کی خاک پر سجدہ کرنا آپ کے ہاں مروج اور مسلّم ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کعبہ شریف اور مولا علی و سیدنا اما حسین رضی اللہ عنہما کے مزاروں سے لے کر کربلا کی خاک اور گھوڑے کے قدموں کی مٹی تک میں اس قدر لجپالی اور فیضان تسلیم کیا جا رہا ہے تو کیا ہمارے محبوب کریم ﷺ اتنے بھی لجپال اور متبرک نہیں ہیں کہ آپ

اپنے گنبد خضراء کے سائے تلے قیامت تک آرام فرمانے والوں کی بخشش کروا سکیں؟ محبوب کریم ﷺ کا روضہ کعبے کا بھی کعبہ ہے۔ کعبے میں پیدا ہونا اگر فضیلت ہے تو کعبے کے کعبہ میں دفن ہونا اس سے بے شمار گنا زیادہ فضیلت ہونا چاہیے۔

یہ سیدھی سیدھی باتیں ہیں جو سیدھی نیت والوں کے لیے ہدایت کا بہترین سامان ہیں۔ ان باتوں سے صدیق اکبر کے منکرین اینچ پیچ اور ہیرا پھیری کے ذریعے ہی جان چھڑا سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔

سمجھدار اور سنجیدہ انسان کے سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر دشمنی کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔ جس مذہب میں گالیاں اور تبرے بولنا عبادت سمجھا جاتا ہو اسے کون ذی شعور آسمانی مذہب ماننے کو تیار ہوگا۔ خصوصاً جب کہ اس مذہب کے ماننے والوں کی دماغی حالت یہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو مارتے ہوں، اخلاقی حالت یہ ہو کہ جھوٹ بولنا ان کے دین میں فرض ہو بلکہ تمام عبادتوں سے افضل ہو حتی کہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصے جھوٹ ہو جسے وہ تقیہ کا نام دیتے ہوں (اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۳۱۰،۳۱۱)۔

تقیہ کرنے والوں کی اپنی نیت کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا، ایسے لوگ صدیق اکبر جیسی ہستی کی نیت پر شک کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں جن کا سارا دین حتی کہ کلمہ طیبہ تک تقیہ کی وجہ سے بے اعتبار اور مشکوک ہو۔ ان کی عوام کو کیا خبر کہ ہمارے علماء کہاں سچ بول رہے ہیں اور کہاں تقیہ کی وجہ سے جھوٹ بول رہے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد

آپ رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ حضرت عبدالرحمن، حضرت عبداللہ، حضرت محمد، حضرت اسماء، حضرت عائشہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم۔ ان سب کو اللہ کریم جل شانہ نے عزت اور شہرت عطا فرمائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محبوب کریم ﷺ کے بعد آج تک بے شمار

اولیاء اور سادات کے ہاں اولاد نہ ہوسکی مگر اس کے باوجود وہ ابتر اور بے نشان نہیں بلکہ محبوب کریم ﷺ کے ہاتھ سے جام کوثر نوش فرمانے والے ہیں بلکہ خود حضور ﷺ کے کوثر میں شامل ہیں انا اعطینک الکوثر۔

اس کے برعکس محبوب کریم ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ کے دشمنوں کے ہاں وقتی طور پر اولاد موجود بھی تھی مگر عاقبت اور نتائج کے لحاظ سے اللہ کریم جل شانہ نے انہیں ابتر اور بے نشان قرار دیا ہے اور واقعی آج ان کی اولادوں کا نام ونشان تک باقی نہیں۔ ان شانئک هو الابتر

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محبوب کریم ﷺ کے زمانے میں موجود تھے اور آپ کی موجودگی میں سورۃ کوثر نازل ہوئی تھی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ معاذ اللہ دشمن رسول ہوتے تو آپ کا نام ونشان تک باقی نہ رہتا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ایک عظیم سلسلۂ طریقت یعنی سلسلۂ نقشبندیہ کا چلنا، سہروردی سلسلے کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا آپ کی اولاد سے ہونا (حضرت لعل شہباز قلندر کا تعلق اہل سنت و جماعت سے ہے اور آپ کا نام عثمان مروندی ہے۔ یہ بزرگ حضرت شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے مرید ہیں اور پیشوائے اہل سنت حضرت شاہ جلال الدین سرخ بخاری بھی حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے مرید ہیں اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ اور قادریہ کے فیض یافتہ ہیں علیہم الرحمۃ والرضوان۔ چمنستانِ جلالی صفحہ 9۔ شیعہ حضرات نے حضرت جلال الدین سرخ بخاری اور حضرت عثمان مروندی یعنی شہباز قلندر علیہما الرحمہ کے بارے میں بخاری سادات کو اور عوام الناس کو سخت دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے)۔ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا آپ کی پوتی اور پڑپوتی کی اولاد ہونا اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے تمام ائمہ اہل بیت کا ایک لحاظ سے صدیقی ہونا اور حضرت نجیب الدین سہروردی، مولانا جلال الدین رومی، حضرت فخر الدین عراقی، ملا احمد جیون اور علامہ شاہ احمد نورانی علیہم الرحمۃ جیسے جلیل القدر بزرگوں اور بے شمار اولیاء کا صدیقی ہونا اور آج تک آپ کی اولاد کا کثرت سے پایا جانا اور پوری کائنات میں آپ رضی اللہ عنہ کو عزت اور شرف حاصل ہونا اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ابوجہل کی طرح ان شانئک هو

الابتر کا مصداق نہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات میں انا اعطینک الکوثر کا عکس فیضان موجود ہے حتی کہ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ انت صاحبی علی الحوض و صاحبی فی الغار یعنی اے ابوبکر تو حوضِ کوثر پر بھی میرا یار ہے اور غارِ ثور میں بھی میرا یار ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر لحاظ سے کوثری ہیں مَن شَاءَ فَلیُؤمِن وَ مَن شَاءَ فَلیَکفُر۔

وفات

محبوب کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا جسم پگھلنے لگا حتی کہ کمزور ہوتے ہوتے آپ کی وفات ہوگئی مازال جسمه یجری حتی مات (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۰)۔

غارِ ثور میں آپ کو سانپ نے ڈسا تھا، وفات کے وقت اس سانپ کا زہر آپ کے جسم میں پھیل گیا جو آپ کی وفات کا سبب بناثم انتقض علیه و کان سبب موته (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶)۔

یہ دونوں اندرونی سبب تھے۔ وفات کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ آپ نے ۷ جمادی الآخر کو سوموار کے دن غسل فرمایا۔ اس دن سردی تھی آپ کو بخار ہوگیا۔ ۱۵ دن بخار رہا اور آپ نماز کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔ نبی کریم ﷺ کے غم کی وجہ سے کمزوری پہلے ہی تھی، پھر غار والے سانپ کا اثر بھی عود کر آیا، اوپر سے بخار بھی ہوگیا، آپ رضی اللہ عنہ ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳ ھ کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ ۶۳ سال کی عمر پائی (تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۵، صواعق محرقہ صفحہ ۸۸، الریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۸)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (الاستیعاب صفحہ ۴۳۵)۔

افضلیت

قرآن شریف میں آپ رضی اللہ عنہ کو اعظم درجہ یعنی سب سے بڑے درجے والا فرمایا گیا ہے (الحدید ۱۰:۵۷)۔ ایک اور آیت میں اتقیٰ کہا گیا ہے یعنی سب سے زیادہ تقوے

والا (الیل:۱۷)۔ نبی کریم ﷺ کا ثانی کہا گیا ہے ثانی اثنین اذھما فی الغار (توبہ:۴۰)۔

صدیقین کا رتبہ انبیاء کے بعد سب سے اونچا ہوتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر ہیں۔ احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہی صحابہ کرام آپ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل کہتے تھے۔ پھر عمر کو پھر عثمان کو (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۶، بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۳، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۸۸)۔

حضور کریم ﷺ نے فرمایا نبیوں اور رسولوں کے بعد ابوبکر سے بہتر شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا (مسند عبد بن حمید، ابونعیم، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۸، صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۸، کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۴۔۲۲۶۔۲۵۴)۔

حضرت جبریل نے محبوب کریم ﷺ کو بتایا کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر ہے ان روح القدس جبريل اخبرني ان خير امتك بعدك ابوبکر (طبرانی فی الاوسط عن سعد بن زراہ، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۹)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے وزیر تھے۔ آپ ہر معاملے میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ وہ اسلام میں حضور کے ثانی تھے، غار میں حضور کے ثانی تھے، عریش بدر میں حضور کے ثانی تھے، آج قبر میں حضور کے ثانی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے آگے کسی کو بھی نہیں سمجھتے تھی کان لایقدم علیہ احدا (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۷۹)۔

حضرت حسان بن ثابت نے نبی کریم ﷺ کے سامنے پڑھا لم یعدل بہ رجلا ابوبکر جیسا کوئی نہیں (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۲۸۰)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے مجھے ابوبکر سے افضل کہا میں اسے چالیس کوڑے ماروں گا (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۳)۔

ایک شخص نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے آپ جیسا نہیں دیکھا۔ آپ نے پوچھا تم نے ابوبکر کو دیکھا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر تم کہتے ہاں تو تمہاری خیر نہیں تھی (کنز

العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۳)۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیر ھذہ الامۃ ابو بکر ثم عمر یعنی اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر ہے پھر عمر۔ امام ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ھذا متواتر عن علی فلعن اللہ الرافضۃ ما اجھلھم یعنی یہ حدیث مولا علی سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔ رافضیوں پر اللہ کی لعنت ہو یہ کیسے جاھل ہیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۸)۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر اس امت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والے ہیں، اس لیے کہ آپ نے قرآن کو جمع کیا ہے، دین کو قائم کیا اور آپ کے سابقہ قدیم فضائل اس کے علاوہ ہیں (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۲)۔

مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہا میں اسے مفتری کی حد کے طور پر اسی کوڑے ماروں گا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۸، صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۰ بحوالہ دار قطنی)۔

اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ اس امت کے اولیاء میں سب سے افضل صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہیں (الیواقیت والجواھر صفحہ ۴۳۷، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۷، صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۹، سبع سنابل صفحہ ۵۶)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ازواج واولاد

آپ رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں، تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

(۱)۔ حضرت قتلہ سے اولاد

(ا)۔ حضرت عبداللہ۔

(ب)۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر۔ ان کا نکاح حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی والدہ ہیں۔ سو سال عمر پائی۔ ہجرت کی رات غارِ ثور میں راشن پہنچاتی تھیں۔ خود صحابیہ ہیں، ان کے والد صحابی ہیں، دادا صحابی ہیں اور ان کا بیٹا بھی صحابی ہے۔ نہایت

دلیر عورت تھیں۔اپنے بیٹے کو حجاج کے ہاتھوں پانسی پر لٹکا دیکھ کر کہا تھا کہ اس شیر کے اترنے کا وقت نہیں آیا؟

(۲)۔ اُم رومان بنت حارث سے اولاد

(ا)۔عبدالرحمن

(ب)۔ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ

(۳)۔ حضرت اسماء بنت عمیس سے اولاد

(ا)۔محمد بن ابی بکر۔ان کی والدہ حضرت اسمآء پہلے حضرت جعفر طیار کے نکاح میں تھیں۔ان کی شہادت کے بعد انہوں نے سیدنا صدیق اکبر سے نکاح کیا۔صدیقِ اکبر کی وفات کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ سے نکاح کیا جس کی وجہ سے صدیقِ اکبر کے بیٹے محمد بن ابی بکر نے مولا علی کے گھر پرورش پائی۔

(۴)۔ حضرت حبیبہ بنت خارجہ سے اولاد

(ا)۔حضرت اُم کلثوم۔ جب سیدنا صدیقِ اکبر کی وفات ہوئی تو یہ اس وقت اپنی والدہ کے بطن میں تھیں۔صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ بنتِ خارجہ کے پیٹ میں بیٹی ہے۔میراث میں اس کا حصہ رکھنا۔

و ما علینا الا البلاغ

☆......☆......☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ

وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

معدن الدرر فی مناقبِ عمر

زمانہ خلافت: ۱۳ھ تا ۲۳ھ (۶۳۴ء تا ۶۴۴ء)

آپ کا اسمِ گرامی عمر بن خطاب ہے۔ ساتویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے آپ کا سلسلہ نسب جڑ جاتا ہے۔ آپ کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو حفص ہے۔

نبوت کے چھٹے سال 33 سال کی عمر میں ایمان لائے۔ آپ سابقین اولین میں سے ہیں۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی حَسْبُکَ اللہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (انفال: ۶۴)۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے سسر ہیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۶)۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔ مولا علی کی شہزادی سیدہ امِ کلثوم آپ کے نکاح میں تھیں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۰۳، الاستیعاب صفحہ ۹۳۹، الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۷۶، کشف المحجوب صفحہ ۴۰۸، شیعہ کی کتاب الکتب الاربعہ حصہ فروعِ کافی جلد ۱ صفحہ ۸۷۲، تہذیب

الاحکام جلد ۲ صفحہ ۲۰۰۹، الاستبصار جلد ۲ صفحہ ۲۶۶۹ مطبوعہ قم)۔

آپ نے حضرت صدیق اکبر کو قرآن جمع کرنے کا مشورہ دیا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۴۵)۔

اعلانیہ ہجرت فرمائی (ابنِ عساکر، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۱، الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۲۸۶)۔ آپ نے تلوار لٹکالی، تیر کمان سنبھال لیے اور کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم پر دو نفل پڑھے اور کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے قریش کے حلقوں کے پاس فرداً فرداً گئے اور فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے روئے، بچے یتیم ہوں اور زوجہ بیوہ ہو، وہ میرے پیچھے آ جائے، یہ فرما کر ہجرت کر گئے۔ آپ کے پیچھے کوئی بھی نہ گیا۔ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان جب عمر کو آتا دیکھے تو راستہ بدل لیتا ہے (بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۰، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۷)۔ شیطان، عمر سے بھاگتا ہے (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۳)۔ جب سے عمر مسلمان ہوا ہے شیطان اسے دیکھ کر منہ کے بل گرتا ہے (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۳)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

آپ سے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر جیسے جلیل القدر علماء صحابہ نے احادیث سنی اور آگے روایت کی ہیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۶)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دودھ پیا اور جو بچا میں نے عمر کو دے دیا۔ عمر نے وہ سارا دودھ پی لیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ فرمایا دودھ سے مراد علم ہے (بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۰)۔

نیز فرمایا کہ اگر تمام لوگوں کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور عمر کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو عمر کا پلڑا بھاری ہے (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)۔ اگر میرے

بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۰۰)۔تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے۔میری امت کا محدث عمر ہے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۰۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۶)۔ محدث سے مراد وہ ہے جسے الہام ہوتا ہو ای ملھمون (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۱)۔اللہ نے عمر کی زبان اور دل پر حق کو جاری کر دیا ہے (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)۔ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبه وھو الفاروق فرق اللہ به بین الحق و الباطل یعنی اللہ نے حق کو عمر کی زبان پر جاری کر دیا ہے، اور وہ فاروق ہے جس کے ذریعے سے اللہ نے حق اور باطل میں فرق کیا ہے (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۲)۔عمر میرے ساتھ اور میں عمر کے ساتھ ہوں۔میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہوگا، عمر جہاں بھی جائے (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۴)۔عمر کے ساتھ دو فرشتے ہیں جو اسے غلطی نہیں کرنے دیتے (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۶)۔ زینوا مجالسکم بالصلوۃ علی النبی و بذکر عمر ابن الخطاب یعنی اپنی محفلوں کو نبی پر درود اور عمر کے ذکر سے سجایا کرو (کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۴)۔

آپ عدل وانصاف میں خصوصی مقام رکھتے ہیں حتی کہ اپنے بیٹے پر بھی حد لاگو فرمائی اور اپنے سامنے بیٹے کی موت کا تماشا دیکھا (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۵۵)۔آپ فرماتے تھے کہ اگر دریائے فرات کے کنارے پر کوئی بکری کا بچہ بھی بھوکا مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس کے بارے میں پوچھا نہ جائے (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۷۳)۔

صحابہ وتابعین کے اقوال

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر کی بات ضرور کرو (طبرانی، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۴، صواعق محرقہ صفحہ ۹۸، کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۶۹)۔

یہی بات سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی فرمائی ہے اذا ذکر الصالحون فحیھلا بعمر (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۰۸)۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ترازو کے ایک پلڑے میں عمر کا علم رکھا جائے اور دوسرے میں روئے زمین پر زندہ تمام لوگوں کا علم رکھا جائے تو عمر کا پلڑا بھاری ہے۔ اور آپ کی وفات پر صحابہ فرماتے تھے کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم رخصت ہو گیا ہے (طبرانی، حاکم، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۴، الاستیعاب صفحہ ۵۵۴)۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اکثروا ذکر عمر، فان عمر اذا ذکر ذکر العدل، و اذا ذکر العدل ذکر اللہ یعنی عمر کا ذکر کثرت سے کرو، جب عمر کا ذکر ہوتا ہے تو عدل کا ذکر ہوتا ہے اور جب عدل کا ذکر ہوتا ہے تو اللہ کا ذکر ہوتا ہے (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۶۳)۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اذا ذکر عمر فی المجلس حسن الحدیث یعنی جب کسی مجلس میں عمر کا ذکر ہوتا ہے تو بات سج جاتی ہے (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۶۳)۔ نیز فرماتی ہیں زینوا مجالسکم بذکر عمر یعنی اپنی محفلوں کو عمر کے ذکر سے سجاؤ (کنزل العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۶۴)۔

حضرت ابو اسامہ فرماتے ہیں کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ ابو بکر اور عمر کون ہیں؟ یہ اسلام کے باپ اور ماں ہیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۵)۔

امام جعفر صادق قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ انا بری ممن ذکر ابا بکر و عمر الا بخیر یعنی میں اس شخص سے بری ہوں جس نے ابو بکر اور عمر کا ذکر اچھائی سے نہ کیا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۵)۔

ایمان لانے کا واقعہ

آپ مرادِ رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کی مدد فرما (احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۹، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۲۹۸)۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے تلوار گردن سے لٹکائے ہوئے نکلے۔ بنی زہرہ

کے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔حضرت عمر نے کہا محمد کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔اس نے کہا محمد کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کیسے جان بچاؤ گے۔حضرت عمر نے کہا مجھے لگتا ہے تم بھی بے دین ہو گئے ہو۔اس نے کہا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں؟ تیری بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں اور تیرا دین چھوڑ چکے ہیں۔حضرت عمر سیدھے اپنی بہن اور بہنوئی کے پاس پہنچے۔ان کے پاس حضرت خباب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔وہ لوگ قرآن کی سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔جب انہوں نے حضرت عمر کی آواز سنی تو حضرت خباب چھپ گئے۔حضرت عمر داخل ہوئے تو پوچھا یہ آواز کیسی تھی، تم کیا پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے کہا ہم باتیں کر رہے تھے۔حضرت عمر نے کہا شاید تم لوگ مسلمان ہو گئے ہو؟ ان کے بہنوئی نے کہا اسلام دین حق ہے۔حضرت عمر نے اسے گرا دیا اور سینے پر سوار ہو کر سخت پٹائی کی۔ان کی بہن چھڑانے لگیں تو انہوں نے زور سے تھپڑ مارا جس سے ان کے منہ سے خون جاری ہو گیا۔وہ بھی غصے میں آ گئیں اور فرمایا: تیرا دین حق نہیں بلکہ اسلام دین حق ہے۔اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔حضرت عمر نے یہ ثابت قدمی دیکھی تو کہا کہ مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو تمہارے پاس ہے۔ان کی ہمشیرہ نے فرمایا تم ناپاک ہو اور اسے پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔اٹھ کر غسل کرو یا وضو کرو۔وہ اٹھے اور وضو کیا۔پھر کتاب پکڑی۔سورۃ طٰہٰ سامنے تھی۔آپ نے پڑھنا شروع کیا اور اِنَّنِیۡ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ تک پڑھ گئے۔دل کی دنیا بدل چکی تھی۔فرمایا مجھے محمد کے پاس لے چلو۔حضرت خباب جلدی سے سامنے آ گئے اور فرمایا عمر تجھے مبارک ہو۔مجھے یقین ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی دعا کا ثمرہ ہو۔جمعرات کی رات نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔

آپ ﷺ صفا کے پاس تہہ خانے میں موجود تھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔دروازے پر حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگ

موجود تھے۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عمر آ پہنچا۔ اگر اللہ نے اسے بھلائی کی توفیق دی ہے تو مسلمان ہو جائے گا ورنہ آج یہ قتل ہو جائے گا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی دروازے پر تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان کے کمر بند اور حمائل کو پکڑا اور فرمایا عمر کیا تم باز نہیں آ ؤ گے؟

حضرت عمر یہ سب دیکھ سن رہے تھے۔ کام پہلے ہی ہو چکا تھا۔ بول پڑے اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک عبد اللہ و رسولہ (ابو یعلی، حاکم، الصواعق المحرقہ صفحہ ۹۱، الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۲۷۵، تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۷)۔

آپ کے مسلمان ہونے کے بعد مسلمانوں نے کعبہ شریف کے پاس اعلانیہ نماز پڑھنی شروع کر دی اس سے پہلے چھپ کر عبادت کرتے تھے (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)۔

آپ جب سے ایمان لائے مسلمانوں کو عزت ملتی گئی (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)۔

جب آپ مسلمان ہوئے تو کفار نے کہا آج ہم آدھے رہ گئے (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۰۰)۔

موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ

موافقات سے مراد قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جو سیدنا عمر فاروق کے مشوروں کو منظور کرتے ہوئے نازل ہوئیں اور اللہ کریم جل شانہ نے آپ سے موافقت فرمائی۔

حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیات میں عمر کے مشورے شامل ہیں ان فی القرآن لرأیا من رأی عمر (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۶)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی موضوع پر جب لوگ مشورہ دیتے اور عمر بھی مشورہ دیتے تو عمر کے مشورے کی تائید میں قرآن نازل ہو جاتا تھا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۶)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اسی لیے حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ یعنی اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور قلب پر جاری کر دیا ہے۔ یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ، مختلف الفاظ کے ساتھ بے شمار کتابوں میں موجود ہے۔ کمامر

ایک حدیث میں ہے کہ میری امت کا محدث عمر ہے (بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۱)۔ محدث سے مراد ملہم ہے یعنی جسے الہام ہوتا ہو۔ قرآن کا آپ سے موافقت کرنا آپ کے نہ صرف ملہم ہونے کی تائید کررہا ہے بلکہ شیطانی مداخلت سے مبرّا ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

نیز فرمایا عمر نے جو بات بولی ہے اس کے مطابق قرآن نازل ہو گیا ہے (کنز العمال جلد اا صفحہ ۲۶۶)۔

علماء کرام علیہم الرضوان نے موافقاتِ عمر کی تعداد بیس تک لکھی ہے۔ وہ آیات تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۸۔۹۹ وغیرہ پر درج ہیں۔

خلافت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کر کے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیا۔ یہ تحریر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لکھی گئی، تمام مسلمانوں کو پڑھ کر سنائی گئی، سب نے اسے قبول کر لیا اور اطاعت کی (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۸)۔

فتوحاتِ عمر رضی اللہ عنہ

جنگِ نمارق:۔ نمارق میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ وہاں کے امیر جابان سے ہوا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

جنگِ جسر:۔ جنگِ جسر میں رستم نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

معرکہ بویب:۔ اس میں مثنی کا مقابلہ مہران سے ہوا مسلمان جیت گئے، کفار کا سردار مہران مارا گیا۔

قادسیہ کی جنگ :۔ اس میں رستم کے مقابلے پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم سمیت ستر صحابہ شامل تھے۔ ایرانیوں کے پاس ہاتھی اور مسلمانوں کے پاس اونٹ تھے۔ پہلے دن ایرانی غالب آئے۔ دوسرے دن مسلمانوں نے اونٹوں کو کالے برقعے پہنا کر حملہ کر دیا۔ ایرانیوں کے ہاتھی بوکھلا گئے۔ تیسرے دن ہاتھی اپنی فوج کو روند کر بھاگ نکلے۔ رستم مارا گیا۔ تیس ہزار ایرانی مرے۔

فتح مدائن :۔ فتح مدائن یوں ہوئی کہ حضرت سعد نے دریائے دجلہ کا پل ایرانیوں کے ہاتھوں ٹوٹ جانے کی وجہ سے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ساری فوج پیچھے آئی۔ جا کر مدائن پر بلا مزاحمت قبضہ کر لیا۔

جنگ جلولا :۔ یہ جنگ اس طرح ہوئی کہ حضرت سعد نے ہاشم بن عتبہ کو بھیجا۔ ایرانی فوج ہر طرف سے شکست کھا کر اس قلعہ میں محصور تھی۔ کئی ماہ کے محاصرہ کے بعد جلولا فتح ہو گیا۔

خوزستان کی فتح :۔ مسلمانوں نے عراق پر قبضہ کرنے کے بعد ایک نیا شہر بصرہ آباد کیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اس کا حاکم بنایا گیا۔ انہوں نے اہواز اور سوس کو پے در پے حملوں کے بعد فتح کیا۔ یزدگرد نے ہرمزان کو لشکر جرار دے کر بھیجا مگر وہ مسلمان ہو گیا اور خوزستان بغیر خون ریزی کے فتح ہو گیا۔

معرکہ نہاوند :۔ یزدگرد نے یہ دیکھا تو مردان شاہ کو ڈیڑھ لاکھ کا لشکر دے کر نہاوند روانہ کیا۔ سیدنا فاروق اعظم نے خود مقابلہ کرنا چاہا مگر صحابہ نے روک دیا اور حضرت نعمان بن مقرن کو بھیجا گیا۔ مسلمان جیت گئے مگر حضرت نعمان شہید ہو گئے۔

اب ایرانیوں کی ہمت ختم ہو گئی۔ اس کے بعد عام لشکر کشی کے ذریعے قلیل مدت میں ہمدان، رے، طبرستان، آذربائیجان، آرمینیا، فارس، کرمان، سستان اور مکران کے علاقے فتح ہو گئے۔ یزدگرد ان دنوں خراسان میں مقیم تھا۔ حضرت احنف بن قیس نے اسے مرو کے مقام پر

شکست دی۔خراسان فتح ہوااور یزدگرد نے خاقان چین کے ہاں پناہ لی۔

شام کی فتوحات:۔ حضرت صدیق اکبر کی وفات کے وقت حضرت خالداور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔دمشق والوں نے حضرت خالد کی بے خبری میں حضرت ابوعبیدہ سے مصالحت کرلی جسے حضرت خالد نے احتراماً تسلیم کرلیا۔اور مفتوحہ علاقہ دمشق والوں کو بحال کردیا گیا۔

معرکہ یرموک:۔ دمشق کے بعد اردن اور حمص فتح ہوئے،لشکر دریائے یرموک کے کنارے پہنچا۔تجویز کے مطابق اسلامی فوج پہلے ہی یہاں جمع تھی۔شامی بھی داقوصہ کے مقام پر دولاکھ چالیس ہزار فوج لے کر جمع ہوئے۔ان کے ایک طرف پہاڑ اور دوسری طرف دریا یرموک تھا۔سامنے اسلامی فوج تھی۔شامیوں نے یہ جگہ مناسب سمجھی تھی مگر مصیبت بن گئی۔

مسلمان فوج کی قیادت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی۔سب فوجیں یکجا کردی گئیں۔ حضرت خالد نے ۳۸ حصے کیے۔۱۸ درمیان،۱۰ دائیں،۱۰ بائیں۔ایک لاکھ عیسائی دریا میں ڈوب گئے۔شکست کھائی۔ہرقل نے شام چھوڑ دیا اور روم چلا گیا۔چند ماہ میں سارا شام فتح ہو گیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی:۔ آپ کے فاتح ہونے کا مسلمانوں میں شگون پیدا ہونے لگا، جس کی وجہ سے سیدنا فاروق اعظم نے انہیں معزول کردیا۔حضرت فاروق اعظم نے فرمایا عزلتہ لیعلم الناس ان نصر الدین لا بنصرہ و ان القوۃ اللہ جمیعا (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۱۲)۔ مگر وہ پھر بھی بحیثیت سپاہی کام کرتے رہے۔ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لی۔

بیت المقدس کی فتح:۔ یروشلم کے اہل کتاب نے سیدنا فاروق اعظم کے بارے میں اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی نشانیاں دیکھیں تو جنگ کے بغیر ہی بیت المقدس کی چابیاں ان کے حوالے کردیں۔شہر کی تسخیر ہوگئی۔اب تقریباً سارے شام پر اسلامی حکومت تھی۔

مصر کی فتح:۔ مصران دنوں قیصر روم کے ماتحت تھا۔ حضرت عمرو بن عاص نے فاروقِ اعظم سے خصوصی اجازت لے کر مصر پر حملہ کر دیا۔ مقوقس (والیٔ مصر) قسطاط کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ اسلامی فوج چار ہزار تھی۔ حضرت فاروق نے ۱۰ ہزار مزید فوج حضرت زبیر کے ہمراہ روانہ کی۔ سات ماہ کے بعد قلعہ فتح ہوا۔ مقوقس نے جزیہ دینے کی شرط پر صلح کر لی۔

سکندریہ کی فتح:۔ قیصر روم نے سمندر کے راستے سکندریہ میں لشکر جرار بھیجا۔ حضرت عمر نے سکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں بعد محاصرہ اٹھانا پڑا۔ تھوڑے عرصے کے بعد سکندریہ کے قبطیوں نے جزیہ دینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ مسلمان سکندریہ کو رومیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر واپس آ گئے۔

اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بعض چھوٹے چھوٹے معرکے سر کیے۔ جس کے بعد مصر پر قبضہ ہو گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی نمایاں دینی خدمات

آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے تاریخ کو سنِ ہجری سے رائج کیا، سب سے پہلے بیت المال (اسٹیٹ بینک) کھولا، سب سے پہلے رمضان شریف میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کا اہتمام کیا جس کا ذکر صحیح بخاری میں موجود ہے، سب سے پہلے درّہ ہاتھ میں لیا جس کے بارے میں ضرب المثل ہے کہ عمر کا درہ تمہاری تلوار سے زیادہ سخت ہے، سب سے پہلے متعدد شہر آباد کیے جن میں کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام، مصر اور موصل شامل ہیں، سب سے پہلے مساجد کو قندیلوں کے ذریعے روشن کیا جس پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نور اللہ علیٰ عمر فی قبرہ کما نور علینا فی مساجدنا یعنی اللہ عمر کی قبر کو روشن کرے جس طرح اس نے ہماری مساجد کو روشن کیا ہے، سب سے پہلے سرکاری گودام کھولے جن میں آٹا اور کھجور وغیرہ رکھے جاتے تھے تاکہ مشکل وقت میں غریبوں کی مدد کی جا سکے، سب سے پہلے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سڑک بنوائی،

سب سے پہلے مسجد نبوی کو دوبارہ تعمیر کر کے اس میں فرش لگوایا، سب سے پہلے یہودیوں کو حجاز سے نکال کر شام میں بھیجا اور اہل نجران کو کوفہ بھیجا، آپ کو سب سے پہلے امیر المومنین کہا گیا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)۔

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ عوام کی خبر گیری کے لیے مدینہ منورہ سے باہر کے علاقے میں نکلے، مدینہ شریف سے دور ایک درخت کے نیچے ظہر کی نماز پڑھی، پھر اسی درخت کے نیچے آرام کرنے کے لیے سر رکھ کر سو گئے۔ ایک کافر آدمی آپ کے پاس سے گزرا، وہ آپ کے سر کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا اے عمر زبردست! تم نے عدل کیا اور آرام کی نیند سو گئے، جب آپ جاگے تو اس نے آپ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ حضرت عمر رونے لگے اور فرمایا! اے میرے اللہ اگر تو نے رحم نہ کیا تو عمر ہلاک ہو جائے گا۔ وہ شخص مسلمان ہو گیا (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۳۹۱)۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے چادریں آئیں۔ آپ نے ایک ایک چادر لوگوں میں تقسیم فرمائی، پھر منبر پر چڑھ کر خطاب فرمایا۔ آپ نے ان چادروں سے دو چادروں کا حلہ پہنا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا لوگوں سنو اللہ تم پر رحم کرے۔ ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اللہ کی قسم ہم نہیں سنیں گے، اللہ کی قسم ہم نہیں سنیں گے و اللہ لا نسمع و اللہ لا نسمع۔ آپ نے فرمایا اے اللہ کے بندے کیا ہوا؟ اس نے کہا اس لیے کہ تم نے ہم سے نا انصافی کی ہے۔ تم نے ہمیں ایک ایک چادر دی ہے اور خود دو چادروں کا حلہ اوڑھ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا بیٹا عبداللہ کہاں ہے؟ حضرت عبداللہ نے عرض کیا میں حاضر ہوں اے امیر المومنین۔ آپ نے فرمایا جو دو چادریں میں نے اوڑھ رکھی ہیں ان میں سے ایک کس کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا میری۔ آپ نے فرمایا اے اللہ کے بندے تو نے مجھ پر الزام لگانے میں جلدی کی، میں نے اپنے کپڑے دھوئے تھے جس کی وجہ سے مجھے عبداللہ سے چادر ادھاری لینا پڑی۔ اس آدمی نے عرض کیا الآن نسمع و نطیع یعنی اب ہم سنیں گے بھی اور مانیں گے بھی (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۳۸۹)۔

شیعہ کی کتابوں میں شانِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

نہج البلاغہ میں ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: للہ بلاد فلان، فقد قوم الاود، و داوی العمد، و اقام السنة و خلف الفتنة، ذهب نقی الثواب قلیل العیب، اصاب خیرها و سبق شرها ادی الی اللہ طاعته و اتقاه بحقه، رحل، و ترکهم فی طرق متشعبة لا یهتدی فیها الضال و لا یستیقن المهتدی (نہج البلاغہ صفحہ ۳۳۰)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو جزائے خیر دے جس نے کجی کو سیدھا کیا، بیماریوں کا علاج کیا، سنت کو قائم کیا، فتنوں کو پیچھے چھوڑ گیا، پاک دامن ہو کر اور قلیل عیب لے کر گزر گیا، دنیا کی نیکیاں حاصل کیں اور برائیوں سے رہائی پا گیا، اللہ کی فرماں برداری کا حق ادا کیا، اس کے حق سے ڈرتا رہا، خود چلا گیا اور لوگوں کو چوراہے پر چھوڑ گیا جہاں سے آگے گمراہوں کو راستے کی شناخت نہیں اور ہدایت والوں کو یقین حاصل نہیں۔

اس خطبے میں فلاں شخص کے لفظ پر غور فرمایئے۔ آخر نہج البلاغہ کے مصنف نے فلاں شخص کا نام کس وجہ سے گول کر دیا ہے؟ لیکن اس شخص کی نشانیاں جو اس خطبے میں بیان کی گئی ہیں ان سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت تک پہنچنا ہرگز مشکل نہیں رہا۔

دوسری جگہ پر ارشاد ہے۔ وولیهم وال فاقام و استقام، حتی ضرب الدین بجرانه (نہج البلاغہ صفحہ ۵۳۰)۔

ترجمہ: ان لوگون پر ایک حاکم مقرر ہوا جس نے نظامِ حکومت کو قائم کر کے دکھا دیا اور استقامت کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ دین استوار ہو گیا۔

تیسری جگہ پر ارشاد ہے۔

انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار و لا للغائب ان یرد و انما الشوری للمهاجرین و الانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموه اماما کان ذلک اللہ رضا (نہج البلاغہ صفحہ ۴۳۶)۔

ترجمہ : مجھ سے اس قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر، عمر اور عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بیعت کی غرض بھی وہی ہے جو ان سے بیعت کی غرض تھی، لہذا اب حاضر کو حق حاصل نہیں ہے کہ کسی اور کو اختیار کرے اور غائب کو حق حاصل نہیں ہے کہ میری بیعت کو رد کرے۔ بے شک شوریٰ صرف مہاجرین اور انصار کا حق ہے، اگر یہ سب کسی ایک شخص کو منتخب کر لیں اور اسے امام کا نام دے دیں تو اسی میں اللہ کی رضا ہے۔

اس خطبے میں مولا علی رضی اللہ عنہ نے جس اصول سے اپنی خلافت کو برحق ثابت فرمایا ہے اسی اصول سے پہلے تین خلفاء علیہم الرضوان کو بھی برحق ثابت فرمایا ہے۔

شہادت

Nafse Islam

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولؤلؤ عیسائی تھی۔ کچھ لوگ فرماتے ہیں کہ مجوسی تھا۔ یہ شخص آٹا پیسنے کی چکیاں تیار کرتا تھا۔ حضرت مغیرہ اس سے روزانہ چار درہم وصول کرتے تھے۔ اس نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ مغیرہ میری طاقت سے زیادہ رقم وصول کرتا ہے آپ اسے سمجھائیں۔ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنے مالک سے اچھا سلوک کرو۔ چار درہم کوئی زیادہ رقم نہیں۔ ابولؤلؤ غضبناک ہو کر کہنے لگا تمہارے پاس ہر کسی کے لیے عدل وانصاف موجود ہے سوائے میرے۔ اتنی سی بات پر اس بدبخت نے آپ کے قتل کا ارادہ کرلیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ذی الحج کے تین دن باقی تھے مسجد نبوی میں صبح کی نماز تیار تھی۔ آپ مصلائے امامت پر کھڑے تھے ابولؤلؤ مسجد کے کونے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے حسب معمول فرمایا لوگو صفیں سیدھی کرلو۔ جب آپ نے تکبیر کہی تو فوراً ابولؤلؤ نے خنجر سے حملہ کر دیا۔ اس نے کئی وار کیے۔ ایک وار ناف کے نیچے لگا، جو خطرناک تھا۔ سب لوگ آپ کو بچانے کے لیے آگے بڑھے تو اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا جن میں سے چھ شہید ہو گئے اور سات صحت یاب ہو سکے (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۰۵)۔

حضرت فاروقِ اعظم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

نماز کے بعد لوگ امیر المومنین فاروق اعظم کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ طبیب کو بلایا گیا۔ مگر آپ صحت یاب نہ ہو سکے۔ آپ نے پوچھا مجھے کس نے زخمی کیا؟ لوگوں نے بتایا کہ ابولؤلؤ فیروز نے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں نہیں مرا۔ یکم محرم کو آپ کی وفات ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون (الریاض النضرہ جلد ا صفحہ ۴۰۸۔ ۴۱۲)۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۰۷)۔

حضرت جبریل نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ عمر کی موت پر اسلام روئے گا (طبرانی، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۳)۔

آپ نے اپنی زندگی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لی تھی کہ مجھے اپنے حجرے میں رسول اللہ ﷺ اور صدیقِ اکبر کے پاس دفن ہونے دیں اور اگر آپ اجازت نہ دیں تو مجھے جنت البقیع میں دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور آپ رضی اللہ عنہ کو روضہِ رسول ﷺ میں سیدنا صدیقِ اکبر کے ساتھ دفن کر دیا گیا (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۰۷)۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ کا جسمِ اطہر چار پائی پر رکھا تھا اور لوگ آپ کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ ایک آدمی میرے پیچھے سے آیا اور میرے کندھے پر اپنی کہنی رکھ کے کہنے لگا اے عمر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مجھے امید تھی کہ اللہ تجھے دونوں یاروں سے ملا دے گا۔ میں اکثر رسول اللہ ﷺ سے سنا کرتا تھا کہ میں اور ابوبکر اور عمر اکٹھے تھے۔ میں نے، ابوبکر نے اور عمر نے اس طرح کیا۔ میں اور ابوبکر اور عمر گئے۔ یہ باتیں مجھے یاد آتی تھیں اور میں سوچتا تھا کہ اللہ تعالیٰ عمر کو ان دونوں سے ضرور ملائے دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو وہ علی ابن ابی طالب تھے رضی اللہ عنہ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۴)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول ﷺ میں دفن ہونا رسول

اللہ ﷺ کی رفاقت اور محبت کی وجہ سے تھا اور مولا علی رضی اللہ عنہ اس تدفین پر راضی تھے۔

امام الاولیاء فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

علمِ ظاہر و باطن کا جامع

نبی کریم ﷺ نے خواب دیکھا کہ میرا بچا ہوا دودھ عمر نے پی لیا ہے۔فرمایا دودھ سے مراد علم ہے (بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۰)۔ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں عمر کا علم رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام لوگوں کا علم رکھا جائے تو عمر کا پلڑا بھاری ہے (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)۔

اس موضوع پر بے بہا دلائل اور احادیث موجود ہیں۔ایک مختصراً مگر جامع ترین بات یہ ہے کہ حدیث انما الاعمال بالنیات پر پورے دین کا دارومدار ہے۔اس حدیث کے راوی فاروقِ اعظم ہیں (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱)۔ثانیاً جس طرح سورۃ فاتحہ قرآن کا خلاصہ ہے اسی طرح حدیثِ جبریل بھی فاتحۃ الحدیث کہلاتی ہے۔اس حدیث کے راوی بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱)۔اس حدیث میں عقائد، احکام، تصوف اور علاماتِ قیامت وفتن کا اجمال موجود ہے اور دین ان چیزوں سے باہر کچھ نہیں۔یہ تو علمِ ظاہری ہے۔

علم دراصل معرفتِ خداوندی کو کہتے ہیں۔جتنا کوئی اللہ کریم کو پہچانتا ہے اتنا ہی اس سے ڈرتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلمائ۔آپ رضی اللہ عنہ کا قول مشہور ہے کہ اللہ کریم مجھے جنت نہ بھی دے تو خیر ہے محض دوزخ میں نہ ڈالے تو یہی بہت ہے۔اور اللہ سے خوف اور امید دونوں میں اس قدر مضبوط تھے کہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ اعلان فرما دے کہ دوزخ میں صرف ایک آدمی داخل ہوگا تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ شخص میں نہ ہوں۔اور اگر اعلان ہو جائے کہ سب لوگ دوزخ میں جائیں گے صرف ایک آدمی جنت میں جائے گا تو میں امید رکھتا ہوں کہ وہ شخص میں ہوں گا (دارمی صفحہ ۱۰۴)۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ من خشی اللہ فھو عالم (دارمی صفحہ ۱۱۳)۔

حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے (بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۶)۔

محدث کا لفظ حَدَّثَ یُحَدِّثُ سے اسم مفعول ہے یعنی جس سے بات کی جاتی ہو، اللہ تعالیٰ جس سے بات کرتا ہو۔ مراد ہے "صاحبِ الہام"۔ اسی لیے علماء نے محدث کا معنی ملہم لکھا ہے یعنی الہام پانے والی شخصیت قال وھب تفسیر محدثون ملھمون (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۶)۔

سوال یہ ہے کہ پوری امت میں اگر صرف سیدنا فاروقِ اعظم ہی صاحبِ الہام ہیں تو پھر دیگر صحابہ اور اولیاء علیہم الرضوان کو الہام ہونے کا عقیدہ رکھنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا الہام شیطانی تلبیس سے مبرا ہے۔ ہر ولی کے الہام میں شیطان ڈنڈی مار سکتا ہے مگر سیدنا فاروقِ اعظم کو آتا دیکھ کر شیطان راستہ بدل لیتا ہے (بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۰)۔

آپ رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق بولتا ہے ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ یہ حدیث بے شمار اسناد کے ساتھ مروی ہے۔ اس حدیث میں سیدنا فاروقِ اعظم کے قربِ فرائض کی طرف اشارہ ہے۔ قربِ نوافل میں اللہ بندے کے اعضا بن جاتا ہے (اکون سمعہ) جبکہ قربِ فرائض میں اعضا بندے کے اپنے ہوتے ہیں اور ان پر فعل اللہ کریم کا جاری ہوتا ہے الحق ینطق علی لسان عمر۔

اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ نے جو مشورہ بھی دیا اسی کے مطابق وحی نازل ہوگئی۔ ماقال الناس فی شیء وقال فیہ عمر بن الخطاب الا جاء القرآن علی نحو مایقول (کنز العمال جلد ا صفحہ ۶۶۹)۔ فاروق کا لقب بھی اسی سے مطابقت رکھتا ہے۔

صوفیاء علیہم الرضوان نے لکھا ہے کہ شیخین علیہما الرضوان کو انبیاء علیہم الرضوان کے طریقے سے وصل نصیب ہوا تھا۔

ختمِ نبوت کے پیشِ نظر نبوت عطا نہ ہوئی مگر نبوت کے کمالات آپ میں موجود تھے۔

اسی لیے محبوب کریم ے نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ الحق مع عمر حیث کان یعنی حق ہمیشہ عمر کے ساتھ ہو گا جہاں بھی گیا (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۴)۔

بہت سے صحابہ کی شان میں قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں۔ لیکن عمر وہ ہستی ہیں کہ قرآنی آیات ان کی شان میں بھی نازل ہوئی ہیں اور قرآنی آیات ان کی مرضی کے مطابق بھی نازل ہوئی ہیں۔ دیگر صحابہ علیہم الرضوان اور فاروقِ اعظم کی شان میں یہ فرقِ عظیم بھی ہے اور نہایت نمایاں بھی۔

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر بھی اپنی جگہ اور علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین بھی اپنی جگہ۔ یہی احادیث فاروقی اقتداء کے لیے کیا کم تھیں کہ ان پر مزید محدث (ملہم) اور شیطانی تلبیس سے مبرا ہونے کی سند فاروقِ اعظم کو مل گئی۔ اب غور فرمایئے، اگر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح با جماعت کو منظم کیا تو اس پر اعتراض کی کیا گنجائش ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا تھا۔ بعض لوگوں نے لاعلمی میں ان پر عمل کیا تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان پر وہ احادیث اور احکام نافذ کر کے غلط کیا یا صحیح۔ الحق مع عمر حیث کان (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۴، طبرانی، دیلمی، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۳)۔

کتاب وسنت کا اتباع

آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں قرآن کی اس قدر تعظیم تھی کہ اگر آپ سخت غصے میں ہوتے اور کوئی شخص قرآن کی آیت پڑھ دیتا تو فوراً غصہ ختم کر دیتے تھے۔ کان وقافاً عند کتاب اللہ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶۹)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ما رایت عمر غضب قط فذکر اللہ عندہ او خوف او قرا عندہ انسان آیة من القرآن الا وقف عما کان یرید یعنی حضرت عمر جب غصے میں ہوتے تو اگر کوئی شخص آپ کے سامنے اللہ کا ذکر کرتا، یا خوف دلاتا یا قرآن کی کوئی آیت

پڑھ دیتا تو آپ فوراً اپنے ارادے سے باز آجاتے تھے (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۸)۔

ایک مرتبہ دو آدمی اپنا جھگڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے جس کے خلاف فیصلہ دیا اس نے کہا ہمیں عمر ابن خطاب کے پاس بھیج دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں چلے جاؤ۔ جب وہ دونوں حضرت عمر کے پاس آئے تو پہلے آدمی نے کہا اے ابن خطاب رسول اللہ ﷺ میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ میرے مخالف نے کہا تھا کہ ہمیں عمر کے پاس بھیج دیجیے۔ حضرت عمر نے فرمایا کیا یہ سچ ہے؟ دوسرے نے کہا ہاں۔ عمر نے فرمایا ادھر ہی بیٹھو میں واپس آکر تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے تو ہاتھ میں تلوار تھی۔ آپ نے اس شخص کو قتل کر دیا جس نے کہا تھا کہ ہمیں عمر کے پاس بھیج دیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے امید نہیں تھی کہ عمر کسی مومن کو قتل کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق کی تائید کرتے ہوئے قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا یعنی نہیں، تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے ہر جھگڑے میں حاکم تسلیم نہ کر لیں، پھر آپ جو بھی فیصلہ دیں اس پر ان کے دلوں میں معمولی حرج بھی محسوس نہیں ہونا چاہیے اور اس طرح تسلیم کر لینا چاہیے جس طرح تسلیم کرنے کا حق ہے (النسائ: ۶۵)۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کی بیٹی حضرت اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ امیر المومنین سے کہیں کہ اللہ نے اب تو مسلمانوں کو وسیع رزق عطا فرما دیا ہے، آپ اچھا پہنیں اور اچھا کھائیں۔ آپ نے اُم المومنین سے فرمایا: میں تم سے ہی تمہاری تردید کراتا ہوں۔ تمہیں یاد ہے رسول اللہ ﷺ نے کن مشکلات کا سامنا فرمایا؟ آپ انہیں محبوب کریم ﷺ کا فقر یاد کراتے رہے حتیٰ کہ انہیں رلا کے چھوڑا۔ آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی! رسول اللہ ﷺ کی گزر اوقات کیسی تھی؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کی قسم پورا پورا مہینہ آپ کے گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا اور نہ ہی ہانڈی پکتی تھی۔ آپ کے پاس ایک چادر تھی اسی کو آپ نیچے بچھاتے

اور آدھی اوپر اوڑھتے تھے۔ پھر آپ نے پوچھا ان کے یار کی گزر اوقات کیسے تھی؟ انہوں نے عرض کیا بالکل اسی طرح۔ فرمایا تین یاروں کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جن میں سے دو ایک طریقے پر گزر چکے ہوں اور تیسرا ان کے خلاف چلے تو کیا تیسرا ان سے جا کر مل سکے گا؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا میں تین میں سے تیسرا ہوں، میں ان کے طریقے سے انحراف نہیں کروں گا حتیٰ کہ ان کے پاس پہنچ جاؤں فانا ثالث الثلاثة و لا ازال علی طریقھما حتی الحق بھما (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴۷)

حضرت سیدنا عباس بن عبدا ✲ رضی اللہ عنہ کا گھر مسجد کے ساتھ تھا۔ حضرت عمر فاروق کو ان کے پرنالے کے نیچے سے گزر کر مسجد جانا پڑتا تھا۔ جمعہ کے دن آپ نے اچھے کپڑے پہنے۔ جب پرنالے کے نیچے سے گزرے تو اس کا پانی کپڑوں پر پڑا۔ آپ نے وہ پرنالا اکھاڑنے کا حکم دے دیا۔ گھر جا کر کپڑے تبدیل کیے۔ آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اللہ کی قسم یہ پرنالا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسی جگہ لگایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ میرے کندھوں پر چڑھ جاؤ اور پرنالہ اسی جگہ پر لگا دو جہاں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ان کے کندھوں پر سوار ہو گئے اور پرنالہ واپس لگا دیا (مسندِ احمد، الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴۸۔۳۴۷)۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کے مال میں سے عمر پر صرف دو چادریں حلال ہیں ایک گرمیوں کے لیے دوسری سردیوں کے لیے اور جس سے میں حج یا عمرہ کر سکوں۔ اور ایک عام قریشی آدمی کی طرح اپنا اور اپنے گھر والوں کا رزقِ گزارا حلال ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۰)۔

آپ دعا فرماتے تھے اللھم اجعل موتی فی بلد رسولک صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اے اللہ مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت دے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۴)۔

ادبِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

آپ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے۔ حضرت ابن عمر کی سواری

محبوب کریم ﷺ کی سواری سے آگے نکل گئی۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو فرمایا: یا عبداللہ لا یتقدم النبی ﷺ احد یعنی اے عبداللہ نبی کریم ﷺ سے آگے کوئی نہ نکلے (بخاری جلد ا صفحہ ۳۵۵)۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی شریف میں کھڑا تھا کہ مجھے ایک آدمی نے کنکر مارا۔ میں نے دیکھا تو عمر بن خطاب تھے انہوں نے مجھے فرمایا کہ جاؤ ان دو آدمیوں کو بلا کر لاؤ۔ میں بلا کر لایا تو آپ نے ان سے فرمایا تم دونوں کہاں سے ہو؟ انہوں نے کہا طائف سے۔ فرمایا اگر تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آوازیں بلند کر رہے تھے (بخاری جلد ا صفحہ ۶۷)۔

حبیبِ کریم ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول کہا گیا مگر سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ادب کی وجہ سے خلیفۃ خلیفۃ الرسول کہا گیا یعنی رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کا خلیفہ۔ لیکن چونکہ یہ لمبا تھا لہٰذا لوگوں نے آپ کو امیر المومنین کہا اور آپ نے بھی اسی کو جاری رہنے دیا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۷، صواعقِ محرقہ صفحہ ۹۰)۔ سیدنا صدیقِ اکبر منبرِ رسول ﷺ کی آخری سیڑھی چھوڑ کر حضور کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے۔ حضرت فاروقِ اعظم، صدیقِ اکبر کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے، اور حضرت عثمانِ غنی، فاروقِ اعظم کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے (صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۳)۔ روضۂ انور میں بھی صدیقِ اکبر کو محبوب کریم ﷺ کے قدمین شریفین کے طرف بڑھا کر دفن کیا گیا اور فاروقِ اعظم کو صدیقِ اکبر کے قدموں کی طرف بڑھا کر دفن کیا گیا۔

صوفیاء علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے ان کے خلفاء کی موجودگی میں پہلے تین خلفاء نے اپنا کوئی خلیفہ مقرر نہیں فرمایا (سبع سنابل صفحہ ۷۸)۔

غیرت بھی قربان

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں گیا ہوں۔ وہاں میں نے ایک محل دیکھا جس کے کونے میں ایک عورت وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ محل

کس کا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ محل عمر کا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہو کر دیکھوں۔ پھر مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی۔ میں واپس پلٹ آیا۔ حضرت عمر یہ خواب سن کر رونے لگے اور عرض کیا اعلیک اغار یارسول اللہ ﷺ یعنی یارسول اللہ ﷺ کیا میں آپ پر غیرت کرسکتا ہوں؟ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۰، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۵)۔

نفس کی مخالفت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دیوار کی ایک طرف موجود تھا اور عمر دیوار کی دوسری طرف موجود تھے، میں نے سنا آپ اپنے آپ کو فرما رہے تھے، بہت خوب! اے ابن خطاب تجھے اللہ سے ڈرنا پڑے گا ورنہ اللہ تجھے ضرور عذاب دے گا۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے کندھوں پر مشکیزہ اٹھایا ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ آپ امیر المومنین ہیں، آپ کو ایسے کام کرنے کی کیا ضرورت؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے نفس میں غرور محسوس کیا تو میں نے چاہا کہ اسے ذلیل کروں ان نفسی اعجبتنی فاردت عن اذلھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی قمیض پر کندھوں کے درمیان چار پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میرا سب سے پسندیدہ انسان وہ ہے جو میرے عیب مجھے بتائے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۱)۔

سن ۱۵ھ میں مسلمانوں نے یروشلم کا محاصرہ کرلیا۔ وہاں کے لوگوں نے مسلمانوں سے کہا کہ بیت المقدس کو فتح کرنا ہر کسی کا کام نہیں۔ جو شخص اسے فتح کر سکے گا ہماری کتابوں میں اس کی نشانیاں موجود ہیں۔ تم لوگ اپنے امام کو بلاؤ اگر اس میں وہ نشانیاں پائی گئیں تو ہم بیت المقدس اس کے حوالے کر دیں گے، ورنہ خواہ مخواہ خون بہانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فوج کے سالار تھے۔ انہوں نے یہ پیغام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ آپ اونٹ پر سوار ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو مسلمان فوج سے ملاقات ہوئی۔ مسلمانوں نے اصرار کیا کہ آپ غیر مسلموں سے ملاقات کرنے

جا رہے ہیں، اچھا لباس پہنیے اور گھوڑے پر سوار ہو جایئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بات مان لی۔ آپ کو اچھا لباس پہنایا گیا اور گھوڑے پر بٹھایا گیا۔ ابھی چلے ہی تھے کہ آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور فرمایا کہ مجھے میرا پرانا لباس دو، قیمتی لباس سے اور گھوڑے کی سواری سے بڑائی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ آپ اسی پرانے لباس میں کفار کے پاس پہنچے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا کہ یہی وہ شخص ہے جو بیت المقدس کا فاتح ہے۔ چنانچہ چابیاں آپ کے حوالے کر دی گئیں (ازالۃ الخفاء مقصد دوم صفحہ ۶۰)۔

دنیا سے بے رغبتی اور قناعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت عمر کو کچھ عطا فرماتے تھے تو آپ عرض کرتے تھے یا رسول اللہ یہ اسے دے دیجیے جو مجھ سے زیادہ فقیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: خذہ فتمولہ او تصدق بہ، وما جائک من ھذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ، ومالا فلا تتبعہ نفسک یعنی یہ مال لے لو، اسے اپنے پاس رکھو یا صدقہ کر دو، جو مال بغیر لالچ اور طلب کے مل جائے اسے لے لیا کرو اور جو نہ ملے اس سے غرض نہ رکھا کرو (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۴، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۸)۔

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: فمن اجل ذلک کان ابن عمر لا یسال احدا شیئا ولا یرد شیئا اعطیہ یعنی یہی وجہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کسی آدمی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے اور جب خود کوئی چیز دیتا تھا تو اسے رد نہیں کرتے تھے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۴)۔

اسی سے صوفیاء علیہم الرضوان نے اصول اخذ فرمایا ہے کہ کسی سے طمع نہ رکھو، کوئی خود دے تو منع نہ کرو، جب مل جائے تو جمع نہ کرو لا طمع ولا منع ولا جمع۔

آپ موت کو اور آخرت کو اس قدر یاد رکھتے تھے کہ آپ کی انگوٹھی پر لکھا تھا کہ کفی بالموت واعظا یا عمر یعنی اے عمر موت بہترین واعظ ہے (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۶۲، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۶)۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے مال کو یتیم کے مال پر قیاس کرلیا ہے۔ گزارا چلتا رہے تو اس سے دور رہتا ہوں اور اگر مجبور ہو جاؤں تو معروف طریقے سے حسبِ ضرورت لے لیتا ہوں (ابن سعد، سعید بن منصور، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۸)۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر تمام صحابہ میں سب سے زیادہ تارکِ دنیا تھے کان ازھدنا فی الدنیا وارغبنا فی الآخرۃ (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۲۸۸)۔

عدمِ تصنع اور لوگوں کی ملامت سے بے نیازی

صوفیاء کا ایک خاص شعار تصنع اور بناوٹ سے دوری ہے۔ یہ جیسے کیسے ہوتے ہیں سب کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور کسی کی تنقید اور ملامت سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

آج کے دور میں بعض جاہل اور گمراہ لوگوں نے یہ وطیرہ بنا رکھا ہے کہ اجماعِ امت کے خلاف کوئی بات ہانک دیتے ہیں۔ پھر جب کوئی ان کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے تو اسے عادی مولوی کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ مجھے کسی کی تنقید کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس کے برعکس صحیح روش یہ ہے کہ تحقیقی مسائل میں معاصرین سے مشورہ کر لیا جائے اور اگر کوئی عالم اصلاح کرے تو اسے بسر و چشم قبول کیا جائے اور اگر انسان حق پر ہو تو پھر لا یخافون لومۃ لائم پر عمل کرے۔

سیدنا فاروقِ اعظم کو اگر کوئی عورت بھی صحیح بات کہتی تھی تو آپ اپنے مؤقف سے رجوع فرما لیتے تھے۔ آپ کا اعلان تھا کہ احب الناس الی من رفع الی عیوبی یعنی مجھے سب سے پیارا وہ شخص ہے جو مجھے میرے عیب بتائے (ابنِ سعد، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۱)۔

اور اگر آپ حق پر ہوتے تو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واللہ ما اعرف رجلا لا تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم الا عمر یعنی اللہ کی قسم میں عمر کے سواء کسی آدمی کو نہیں جانتا جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے نیاز ہو (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۴)۔

توکل اور رضا

آپ کی عادت تھی کہ آپ جنگل بیابان میں سر کے نیچے دُرّہ رکھ کر بے خوف سوجاتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور غیر اللہ سے بے خوفی کی انتہا ہے۔

جب ابولؤلؤ فیروز نے آپ سے اپنے مالک حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی تو آپ نے اسے فرمایا کہ تمہاری شکایت بے جا ہے۔ پھر آپ نے اسے فرمایا کہ مجھے ایک چکی بنا کے دو۔ اس نے کہا میں تمہیں ایسی چکی بنا کر دوں گا جس کے قصے مشرق و مغرب میں بیان ہوں گے۔ جب وہ واپس ہوا تو آپ نے اپنے دوستوں سے فرمایا اس نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۴)۔ مگر آپ نے اس کے خلاف کوئی پیشگی کاروائی نہیں فرمائی اور اللہ پر توکل سے کام لیا۔

توکل روحانیت کا آخری مقام ہے اس کے بعد رضا ہے اور رضا مقام نہیں حال ہے۔ صاحبِ حال وہی ہے جو اپنا سب کچھ خدا پر چھوڑ دیتا ہے۔ جب یہ اللہ کی مرضی کا پابند ہو جاتا ہے تو اللہ اس کی مرضی کے مطابق تقدیر کو پھیر دیتا ہے۔ پھر یہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے۔ اور اسے کن فیکون کی طاقت ملتی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیاً صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۳)۔

کن فیکون کی طاقت اور تصرف

آپ احادیث پڑھ چکے ہیں کہ عمر کی زبان پر حق بولتا ہے۔ اسی سیف لسانی کا نتیجہ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا غضب عمر ان اللہ یغضب اذ غضب یعنی عمر کے غضب سے ڈرو جب عمر غضب میں آتا ہے تو اللہ بھی غضبناک ہوتا ہے (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۸)۔

صوفیاء کی اصطلاح میں آپ رضی اللہ عنہ کا مزاج جلالی تھا۔

آپ اکثر اللہ اکبر کا ورد کرتے تھے (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۳۶۴)۔اور واقعی یہ بہت جلالی وظیفہ ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس پر سوال کرنے کے لیے منکر نکیر آتے ہیں۔عمر بن خطاب نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا یہ میرے پاس بھی آئیں گے اور میں اسی طرح ہوش میں ہوں گا جیسے اب ہوں؟ فرمایا ہاں۔انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ پھر میں ان سے نمٹ لوں گا۔آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے مجھے جبریل نے آکر بتایا ہے کہ وہ دونوں فرشتے اے عمر تیرے پاس آئیں گے۔تم کہو گے میرا رب اللہ ہے، تم بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ میرے نبی محمد ہیں، تم بتاؤ تمہارا نبی کون ہے؟ میرا دین اسلام ہے، تم بتاؤ تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہیں گے عجیب بات ہے، ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں یا تم ہماری طرف بھیجے گئے ہو؟ (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۳۴۶)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لقل ما رائیتہ یحرک شفیتہ بشیء قط الا کان یعنی آپ جب بھی کسی کام کے لیے ہونٹ ہلاتے تو وہ ہو جاتا تھا (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۳۲۴)۔

آپ نے ایک آدمی سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے مذاق کرتے ہوئے کہا جمرہ یعنی انگارا۔آپ نے پوچھا تیرے باپ کا کیا نام ہے اس نے کہا شہاب (یعنی شہابِ ثاقب)۔آپ نے پوچھا کون ہو؟ اس نے کہا من الحرقۃ یعنی جلے ہوئے قبیلے سے۔آپ نے پوچھا تیری رہائش کہاں ہے؟ اس نے کہا الحرۃ یعنی گرمی اور حرارت۔آپ نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا بذات اللظیٰ یعنی شعلوں کی زمین میں۔آپ نے فرمایا جلدی گھر جاؤ۔وہ سب جل چکے ہیں۔وہ آدمی سیدھا گھر پہنچا تو دیکھا کہ پورا گھرانہ جل چکا تھا (صواعقِ محرقہ

صفحہ ۱۰۲، الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۳۳۱، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۹)۔

جس کی زبان میں اتنا اثر تھا اس کی دعا کس قدر مستجاب ہوتی ہوگی۔ حبیبِ کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا اخی اشرکنا فی دعائک یعنی اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں شامل رکھنا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنا بھائی کہا، یہ اعزاز میرے نزدیک پوری کائنات سے زیادہ قیمتی ہے (مسندِ احمد جلد ا صفحہ ۲۸)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زمین میں ابوبکر اور عمر میرے وزیر ہیں (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰)۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ مختار ہوتا ہے اور اس کے وزیر بھی صاحبِ اختیار اور متصرف ہوتے ہیں۔

مدینہ شریف کے نواحی گاؤں میں آگ لگ گئی۔ وہ آگ کنٹرول نہیں ہو رہی تھی۔ آپ نے آگ کے نام خط لکھا کہ اللہ کے حکم سے بجھ جا، آگ فوراً بجھ گئی (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۳۳)۔ ایک مرتبہ زلزلہ آیا تو آپ نے زمین پر کوڑا مارا اور فرمایا ٹھہر جا اسکنی الم اعدل علیک یعنی ٹھہر جا کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا؟ زمین ادھر ہی تھم گئی۔ دریا کو حکم دیا کہ اللہ کے حکم سے چل تو وہ چل پڑا اور آج تک نہیں رکا۔ نہاوند کے علاقے میں ہوا نے آپ کا پیغام حضرت ساریہ تک پہنچایا۔ آگ، پانی، ہوا اور مٹی چاروں عناصر پر آپ کا تصرف ثابت ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے حبیبِ کریم ﷺ کے روضۂ انور پر حاضر ہو کر بارش کے لیے عرض کیا۔ محبوب کریم ﷺ نے انہیں خواب میں زیارت کرائی اور فرمایا بارش ضرور ہوگی۔ عمر کے پاس جا کر اسے میرا اسلام کہنا اور کہنا احتیاط کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور عرض کیا میں اپنی طرف سے تو پوری کوشش کر رہا ہوں (المصنف لابنِ ابی شیبہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۲)۔

اس حدیث پر غور فرمائیے۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو احتیاط کا حکم دیا جا رہا ہے۔ احتیاط سے مراد تدبیرِ امر اور تکوینی ذمہ داریوں میں احتیاط ہے جس کا اختیار صوفیاءِ کاملین کے پاس ہوتا

ہے اور کبھی کبھی کسی متصرف اور مختار کے سہو سے دنیا میں تباہی آجایا کرتی ہے۔

معاصرین کی اصلاح اور تربیت

حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا: واشدھم فی امر اللہ عمر یعنی میری امت میں اللہ کے حکم کے معاملے میں سب سے سخت عمر ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ ، مستدرک جلد ۴ صفحہ ۲۵۵)۔

آپ جب کسی آدمی کو کسی عہدے پر فائز کرتے تو اسے یہ شرائط لکھ کر دیتے کہ کبھی اعلیٰ سواری پر نہیں بیٹھو گے، نفیس کھانا نہیں کھاؤ گے، باریک کپڑا نہیں پہنو گے، اپنا دروازہ حاجت مندوں پر بند نہیں رکھو گے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو سزا کے حق دار ہو گے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۰)۔

ایک مرتبہ آپ کا بیٹا آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے خوب کنگھی کر رکھی تھی اور اچھے کپڑے پہن رکھے تھے۔ حضرت عمر نے اسے دُرّے سے مارا حتیٰ کہ اس کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرت حفصہ نے پوچھا آپ نے اسے کیوں مارا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس کے باطن میں دیکھا کہ اس کا نفس عجب کا شکار ہے۔ میں نے اس کی اصلاح کے لیے اسے سزا دی ہے تاکہ اس کا نفس مرجائے (مصنف عبدالرزاق، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۱)۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، انہوں نے سبز رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا، صحابہ نے ان کی طرف دیکھا، جب فاروقِ اعظم نے یہ منظر دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور اپنے درہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مارنا شروع کر دیا، حضرت معاویہ کہنے لگے اللہ اللہ یا امیر المومنین، کس وجہ سے کس وجہ سے؟ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ صحابہ نے کہا آپ نے اس نوجوان کو کیوں مارا جبکہ اس جیسا آپ کی قوم میں کوئی بھی نہیں۔ فرمایا میں نے بھلائی ہی دیکھی ہے اور مجھ تک بھلائی ہی پہنچی ہے یعنی کوئی خطرے کی بات نہیں لیکن میں نے اسے آسمان پر دیکھا ، میں نے چاہا کہ اسے نیچے اتاروں (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۱۸۵۷)۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کنا نلترم عمر نتعلم منہ الورع یعنی ہم

عمر کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور اس سے ورع یعنی طریقت کی تربیت حاصل کرتے تھے (الریاض النضرۃ صفحہ ۳۷۶)۔تقویٰ سے اوپر ورع ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عمر کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا مجھے ایک سال کی عبادت سے زیادہ پسند ہے (الاستیعاب صفحہ ۴۵۵)۔

یہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی اصل ہے۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

مولا علی نے خواب دیکھا کہ انہوں نے حضور کریم ﷺ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ محراب کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما ہو گئے۔ایک عورت تھال میں کچھ کھجوریں لے کر آئی اور وہ کھجوریں نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ دی گئیں۔آپ ﷺ نے ان میں سے ایک کھجور پکڑی اور فرمایا اے علی یہ کھجور کھاؤ گے؟ مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ۔آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک بڑھایا اور کھجور میرے منہ میں رکھ دی۔ پھر دوسری کھجور پکڑی اور مجھے اسی طرح فرمایا میں نے عرض کیا جی ہاں۔آپ نے دوسری کھجور بھی میرے منہ میں رکھ دی۔ یہاں میری آنکھ کھل گئی۔میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شوق مجھے تڑپا رہا تھا اور کھجور کی مٹھاس میرے منہ میں تھی۔میں نے وضو کیا اور مسجد کو چلا گیا۔میں نے عمر کے پیچھے نماز پڑھی۔وہ محراب کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔میں نے چاہا کہ انہیں اپنا خواب سناؤں۔مگر میرے بولنے سے پہلے ایک عورت آ گئی اور مسجد کے دروازے پر کھڑی ہو گئی۔اس کے پاس کھجوروں کا تھال تھا۔وہ تھال عمر کے سامنے رکھ دیا گیا۔عمر نے ایک کھجور پکڑی اور فرمایا اے علی یہ کھجور کھاؤ گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔انہوں نے کھجور میرے منہ میں رکھ دی۔پھر دوسری کھجور پکڑی اور اسی طرح فرمایا میں نے عرض کیا جی ہاں۔پھر باقی کھجوریں اصحابِ رسول ﷺ میں تقسیم کر دی گئیں۔میں چاہتا تھا کہ مجھے مزید کھجور ملے۔عمر نے فرمایا اے میرے بھائی اگر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس سے زیادہ کھجوریں دی ہوتیں تو میں بھی آپ کو زیادہ دے دیتا۔مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا جو کچھ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے اللہ نے آپ کو اس کی اطلاع دے دی۔عمر نے فرمایا اے علی مومن دین کے نور سے دیکھتا ہے۔میں نے عرض کیا

اے امیر المومنین آپ نے سچ فرمایا۔ میں نے اسی طرح خواب میں دیکھا ہے اور میں نے آپ کے ہاتھ سے وہی ذائقہ اور لذت پائی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کے دستِ اقدس سے ذائقہ اور لذت محسوس کی تھی (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۳۱، ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۱۶۸۔۱۶۹)۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دور میں قطب الاقطاب اور مظہرِ رسول ﷺ اور فنافی الرسول تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں صحبت اور رفاقت سے فیض جاری ہوتا تھا۔ اس اعتبار سے صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا فیض سب سے وسیع ہے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی ان سے فیض ملا ہے (قرۃ العینین صفحہ ۳۰۰)۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں ایک ضخیم رسالہ شامل کیا ہے جس کا نام ہے ''رسالہ تصوفِ فاروقِ اعظم''۔ آپ اس رسالہ میں لکھتے ہیں:

الفصل السابع فی بقاء سلسلۃ الصحبۃ الصوفیۃ المبتدأۃ من النبی ﷺ الی یومنا ھذا بواسطۃ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ولنذکر ھھنا سلسلۃ اھل العراق فانھم اکثر المسلمین اعتناءً بسلسلۃ الصحبۃ الصوفیۃ الخ یعنی ساتویں فصل صوفیاء کی صحبت کے اس سلسلہِ طریقت کے بارے میں ہے جو نبی کریم ﷺ سے شروع ہو کر آج کے دن تک امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے جاری ہے۔ یہاں ہم اہلِ عراق کے سلسلہ کا ذکر کریں گے جو مسلمانوں کی اکثریت پر مشتمل ہے، اس میں ہم صوفیاء کی صحبت کا لحاظ رکھیں گے۔ پہلے ہم یہ نکتہ بیان کرتے ہیں جس کا یاد رکھنا ضروری ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں مریدوں کا اپنے مشائخ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور خرقہ حاصل کرنا رائج نہیں تھا بلکہ صحبت میں بیٹھنے کو ہی کافی سمجھا جاتا تھا۔ لوگ ایک ہی شیخ پر اکتفا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ایک سلسلے پر اکتفا کرتے تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک کثیر مشائخ کی صحبت میں رہتا تھا اور متعدد سلاسل سے رابطہ رکھتا تھا۔ ان کے سلسلے بعینہٖ ایک صحابی تک نہیں پہنچتے تھے، ہاں مگر جس بزرگ کی صحبت کا اعتراف زیادہ کیا جاتا یا ان کی صحبت کا اثر زیادہ ہوتا یا ان کو شہرت زیادہ دے دی جاتی تو کہہ دیا جاتا تھا کہ یہ فلاں کے اصحاب ہیں۔ مجھے ہمارے شیخ ابو طاہر نے شیخ حسن عجمی مکی کا فرمان سنایا ہے کہ انہوں

نے فرمایا میں نے اپنے شیخ حضرت عیسیٰ مغربی سے پوچھا کہ اگر ایک طالب کا کوئی شیخ ہو جس سے وہ فیض حاصل کرتا ہو تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ کسی دوسرے شیخ کے پاس جایا کرے؟ انہوں نے فرمایا الاب واحد والاعمام شتیٰ یعنی باپ ایک ہوتا ہے اور چچا کئی ہوتے ہیں (ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام امور میں سارے جہان کے امام ہیں وی اندر ھمہ انواع مر ھمہ خلق را امام است (کشف المحجوب فارسی صفحہ ۷۱)۔ ہمہ انواع، ہمہ خلق اور امام کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔

کراماتِ عمر رضی اللہ عنہ

(۱)۔ ایک مرتبہ آپ مدینہ منورہ میں خطبہ دے رہے تھے آپ نے خطبہ کے دوران تین مرتبہ فرمایا ''یا ساریۃ الجبل'' پھر اپنا خطبہ جاری رکھا۔ بعض معاصرین نے کہا کہ عمر نے دیوانوں والی حرکت کی ہے۔ آپ کے پاس حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کو مذاق اڑانے کا موقع کیوں دیتے ہیں۔ آپ نے خطبہ کے دوران ساریۃ الجبل کہا، یہ کیا حرکت ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے یہ خواہ مخواہ نہیں کیا۔ میں نے دیکھا تھا کہ مسلمان پھنس چکے ہیں۔ آگے پیچھے دشمن ہے۔ اگر پہاڑ کے ساتھ لگ جائیں تو پچھلی جانب سے [redacted]ط ہوجائیں گے۔

کچھ دن گزرے تو نہاوند سے حضرت ساریہ کا قاصد خط لے کر پہنچ گیا جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے دن ہم دشمن کے نرغے میں آ گئے تھے۔ عین جمعہ کی نماز کے وقت ہم نے آواز سنی اے ساریہ پہاڑ، اے ساریہ پہاڑ، ہم یہ سن کر پہاڑ سے لگ گئے اور دشمن کے لیے قہر بن گئے۔ اور اسے شکست دی (بیہقی، ابونعیم، الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۲۶، صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۰۲، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۸)۔

(۲)۔ جب مصر فتح ہوگیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس کے گورنر مقرر ہوئے۔ مصر کے لوگ عمرو بن عاص کے پاس آئے اور کہا کہ دریائے نیل ہر سال ایک خوبصورت نوجوان لڑکی کی

قربانی لیتا ہے۔ ہم وہ لڑکی دریا میں ڈالتے ہیں تو چل پڑتا ہے ورنہ نہیں چلتا اور قحط پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے ان لوگوں کو اس حرکت سے منع کر دیا۔ وہ لوگ باز تو آ گئے مگر دریائے نیل بالکل رک گیا۔ وہ لوگ دوبارہ لڑکی قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔ حضرت عمرو بن عاص نے سارا ماجرا حضرت عمر فاروق کو لکھ بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔ میں یہ رقعہ بھیج رہا ہوں، اسے دریائے نیل میں ڈال دینا۔ حضرت عمرو بن عاص نے وہ رقعہ کھولا تو اس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم: من عبد اللہ عمر بن الخطاب الی نیل مصر اما بعد فان کنت تجری من نفسک فلا حاجة بنا الیک و ان کنت تجری باللہ فاجر علی اسم اللہ یعنی یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے دریائے نیل کے نام ہے۔ اگر تم از خود چلتے تھے تو ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں اور اگر تم اللہ کے حکم سے چلتے تھے تو اللہ کے نام سے چل پڑو۔

انہوں نے یہ رقعہ دریا میں ڈال دیا تو دریا اسی رات سولہ ہاتھ تک ابھر کر بہنے لگا اور آج تک نہیں رکا (کتاب العظمة لابی الشیخ، الریاض النضرة جلد ا صفحہ ۳۲۶، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۹، صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۰۲، البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۹۸)۔

(۳)۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی بات کرتا تھا تو حضرت عمر فاروق واحد ہستی تھے جو سمجھ جاتے تھے کہ سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔

ایک آدمی نے آپ سے کوئی بات کی۔ آپ نے فرمایا کسی اور سے نہ کرنا۔ اس نے ایک اور بات کی۔ آپ نے فرمایا کسی اور سے نہ کرنا۔ اس آدمی نے کہا میں نے آپ سے ہر بات سچی کہی سوائے ان باتوں کے جنہیں آپ نے آگے بیان کرنے سے منع کر دیا (ابن عساکر، صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۰۲، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۰، کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۸)۔

(۴)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر مدائن کسریٰ کی طرف بھیجا اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو لشکر کا امیر اور حضرت خالد بن ولید کو سالار مقرر کیا۔ لشکر دریائے دجلہ کے کنارے پر پہنچا۔ کشتیاں موجود نہ تھیں۔ حضرت سعد اور حضرت خالد بن ولید آگے بڑھے اور دریائے دجلہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے دریا! تو اللہ کے حکم سے چلتا ہے۔ فبحرمة محمد ﷺ و بعدل عمر

خلیفۃ رسول اللہ الا خلیتنا و العبور یعنی تجھے محمد ﷺ کی عزت اور خلیفۂ رسول عمر فاروق کے عدل کا واسطہ ہمارا راستہ چھوڑ دے۔ دریا فوراً اتر گیا۔ پورا لشکر اپنے گھوڑوں اور اونٹوں سمیت پار گزر گیا اور سواریوں کے پیٹ تک گیلے نہ ہوئے (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۳۱)۔

(۵)۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمین پر درہ مارا اور فرمایا: اسکنی باذن اللہ یعنی اللہ کے حکم سے ٹھہر جا۔ زمین تھم گئی اور اس کے بعد آج تک سر زمین طیبہ میں زلزلہ نہیں آیا (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۳۳)۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اما عمر رضی اللہ عنہ فقد ظھرت انواع کثیرۃ من کراماتہ یعنی حضرت عمر سے کثیر انواع و اقسام کی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۳۳)۔

افضلیت

پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ولایت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر و خیر الناس بعد ابی بکر عمر یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد تمام لوگوں سے افضل عمر ہیں (ابن ماجہ صفحہ ۱۱، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۵۷۴)۔

حضرت سفیان ثوری تابعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس نے کہا کہ ابوبکر اور عمر کی نسبت علی ولایت کے زیادہ حق دار تھے اس نے خطا کی اور ابوبکر، عمر اور مہاجرین و انصار کو خطا کار سمجھا (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۸۸، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۵)۔

حضرت شریک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں معمولی بھی شرافت ہوگی وہ علی کو ابوبکر و عمر سے آگے نہیں مانے گا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۵)۔

ازواج و اولاد

آپ رضی اللہ عنہ کی آٹھ بیویاں، نو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔

(ا)۔ حضرت زینب بنت مظعون سے اولاد

(ا)۔حضرت عبداللہ بن عمر۔ بہت بڑے عالم، مجتہد، عابد اور سنت کے پابند تھے۔ امتِ محمدیہ کے ناصح، عشقِ رسول میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، پرہیزگاری اور ورع میں اپنے والد ماجد کی طرح تمام صحابہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ۸۴ سال کی عمر پائی اور دنیا سے جانے سے پہلے پہلے روحانی طور پر اپنے والد کی مثال بن چکے تھے۔ 1630 احادیث کے راوی ہیں۔ چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے جنگِ بدر میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی۔ اگلے سال جنگِ احد میں شریک ہوئے مکہ کے قریب حائط اُم خرمان میں دفن ہیں جو معروف نہیں ہاں البتہ مکہ شریف کے قریب خرمانیہ نام کا ایک گاؤں ہے شاید یہ وہی گاؤں ہو۔ یا شاید فج میں دفن ہیں جو مکہ کے قریب ایک موضع ہے۔

(ب)۔عبدالرحمن الاکبر۔

(ج)۔ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا۔

(۲)۔ سیدہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے اولاد

(ا)۔حضرت زید الاکبر۔

(ب)۔رقیہ۔

(۳)۔ اُم کلثوم جمیلہ بنت عاصم

ان کا نام پہلے عاصیہ تھا نبی کریم ﷺ نے بدل کر جمیلہ رکھا۔

(۴)۔ حضرت ملیکہ بنت جرول سے اولاد (اُم کلثوم ان کی کنیت ہے)

(ا)۔زید الاصغر۔

(ب)۔عبیداللہ۔

(۵)۔ حضرت لہیہ سے اولاد (ام ولد تھیں)

(ا)۔عبدالرحمن الاوسط (انہیں ابوشحمہ کہا جاتا تھا)۔

(ب)۔عبدالرحمن الاصغر۔

(۶)۔ حضرت عاتکہ بنت زید سے اولاد

(ا)۔عیاض بن عمر

(۷)۔ حضرت اُم حکیم بنت حارث سے اولاد

(ا)۔فاطمہ۔

(۸)۔ حضرت فکیہہ سے اولاد

(ا)۔زینب۔

وماعلینا الا البلاغ

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ

وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

افضل الختنین عثمان ذوالنورین

زمانہ خلافت: ۲۴ھ تا ۳۵ھ (۶۴۵ء تا ۶۵۶ئ)

خصائص وفضائل

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا نام عثمان، کنیت ابوعمرو اور ابوعبداللہ ہے۔ نہایت مالدار ہونے اور نبی کریم ﷺ پر اپنی دولت نچھاور کرنے کی برکت سے غنی کہلائے۔ آپ کا نسب پانچویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کی والدہ کا نام اروی اور نانی ام حکیم ہیں جو حضور کریم ﷺ کی سگی پھوپھی ہیں (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)۔ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے، خواہ مرد ہوں یا خواتین (طبرانی کبیر جلد ۱ صفحہ ۴۱، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷)۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہم کے بعد چوتھے نمبر پر ایمان لائے۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے دو دفعہ ہجرت فرمائی، پہلی مرتبہ حبشہ کی طرف اور دوسری مرتبہ مدینہ کی طرف (صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۷)۔

نبی کریم ﷺ کی دو شہزادیاں باری باری آپ کے نکاح میں آئیں۔ اعلانِ نبوت سے پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا۔ وہ چودہ سال تک آپ کے نکاح میں رہیں۔ ۲ ہجری میں جنگِ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ بیمار ہوگئیں۔ حضور کریم ﷺ کی اجازت سے حضرت عثمان غنی ان کی تیمارداری میں مصروف رہے۔ مگر پھر بھی حضور کریم ﷺ نے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ رکھا اور آپ بدری صحابہ میں شمار ہوئے۔ اس کے علاوہ تمام غزوات میں آپ نے بنفسِ نفیس شرکت کی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری شہزادی سیدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا آپ سے نکاح کر دیا۔ حضرت ام کلثوم کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر

میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اسے عثمان کے نکاح میں دے دیتا (شرح عقائد نسفی ۱۵۰، صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۷، نبراس صفحہ ۳۰۱)۔ میں نے اللہ سے حکم پا کر اپنی بیٹیاں عثمان کے نکاح میں دی ہیں (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۰ بحوالہ طبرانی، نبراس صفحہ ۳۰۱)۔

مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دے دیتا (ابن عساکر، صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۰، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۰، نبراس صفحہ ۳۰۱)۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سواء کوئی شخص ایسا نہیں جو کسی بھی نبی کی دو بیٹیوں کا شوہر ہو (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷)۔ حضرت سیدنا علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ مرد ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیوں کا شوہر ہونے کی وجہ سے آسمانوں میں بھی ذوالنورین کہا جاتا ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷)۔

شہزادیٔ رسول سیدہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ پہلے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروقِ اعظم نے مانگا، مگر حضور کریم ﷺ نے نہ دیا۔ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: عثمان کی جوڑی بہترین ہے، میں اپنی بیٹیاں خود نہیں بیاہتا، بلکہ اللہ تعالیٰ خود انہیں بیاہتا ہے خیر الشفیع لعثمان، ما انا ازوج بناتی و لکن اللہ تعالیٰ یزوجھن (مستدرکِ حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۱۶)۔

آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ کاتبِ وحی ہیں۔ تمام صحابہ میں مناسکِ حج کے سب سے بڑے عالم تھے، آپ کے بعد سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا نمبر ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عثمان حیاء والا ہے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)۔ عثمان سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)۔ جب حضرت عثمان نے جیشِ عسرت کے لیے مالی امداد کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرتا رہے اس کا عمل اسے نقصان نہیں دے گا (احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۱)۔ نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۱)۔ اسی موقع پر آپ کے قتل کی افواہ پھیلی تو نبی کریم

ﷺ نے بدلہ لینے کے لیے چودہ سو صحابہ سے درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی جو بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کے متعلق قرآن کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ یعنی اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کررہے تھے(الفتح:۱۸)۔جب مکہ والوں نے آپ کو کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت دی تو آپ نے فرمایا میں نبی کریم ﷺ کے بغیر طواف نہیں کروں گا(شفاء جلد ۲ صفحہ ۳۱)۔ایک شخص حضرت عثمان سے بغض رکھتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اس کا جنازہ نہیں پڑھوں گا یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا لہٰذا اللہ اس سے بغض رکھتا ہے(ترمذی، المستند صفحہ ۲۹)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے نبی کریم ﷺ سے دومرتبہ جنت خریدی بیر معونہ (کنواں) خرید کر اور جیش العسرۃ کی امداد کرکے(مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۲۱)۔

ایک مرتبہ شہزادئ رسول سیدہ امِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ میرا شوہر افضل ہے یا فاطمہ کا شوہر؟ آپ ﷺ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئے، پھر فرمایا تیرا شوہر وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، شہزادی پاک واپس ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ میں نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، آپ نے فرمایا ہے: میرا شوہر وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔فرمایا ہاں، ایک بات مزید بتادوں، میں جنت میں داخل ہوا اور اس کا مقام دیکھا، میں نے اپنے صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی اس کی منزل سے اونچا نہ دیکھا(مستدرکِ حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۱۷)۔

آپ جامع قرآن ہیں۔آپ ﷺ نے قرآن کو قریش کی لغت کے مطابق رائج کیا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۴۶)۔قرآن پڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔خون کے چھینٹے قرآن پر

گرے۔

انتخاب بطورِ خلیفہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھ آدمیوں کی ایک شوریٰ مقرر فرمادی تھی جس میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ان میں سے کسی کو بھی میرے بعد خلیفہ مقرر کیا جاسکتا ہے۔ اگر اللہ کو منظور ہوگا تو وہ تمہیں ان چھ میں سے سب سے افضل کو خلیفہ منتخب کرنے کی توفیق دے دے گا جیسا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل کو منتخب کرنے کی توفیق دی تھی۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کے حق میں وصیت فرمائی کہ اس سے مشورہ لیا جاسکتا ہے مگر اسے خلیفہ نہیں بنایا جاسکتا۔

لمبی چوڑی بحث کے بعد حضرت عثمان غنی اور مولا علی فائنل مقابلے میں آئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے تمام صحابہ سے مجموعی طور پر بھی، فرداً فرداً بھی، دو دو سے بھی، تنہائی میں بھی اور سرِ عام بھی مشورہ لیا حتیٰ کہ باپردہ خواتین سے بھی معلومات حاصل کیں، حتیٰ کہ مدرسوں میں جا کر لڑکوں سے بھی پوچھا، حتیٰ کہ راستے میں ملنے والے سواروں اور اعرابیوں سے بھی پوچھا۔ تین دن اور تین رات کی مسلسل کوشش کے بعد آپ نے تین آدمی بھی ایسے نہ پائے جنہیں حضرت عثمان کے خلافت کا حقدار ہونے میں شک ہو۔ آپ نے ان تین دنوں میں بہت کم آرام کیا۔ نماز، دعا اور استخارہ سے بھی کام لیتے رہے۔ آخر کار چوتھے دن آپ نے حضرت عثمان اور حضرت علی سے علیحدگی میں بھی ملاقات کی اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ ان کے فیصلے کو قبول فرمائیں گے۔ پھر آپ نے اپنے سر پر وہ عمامہ باندھا جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر پر باندھا تھا۔ پھر آپ مسجدِ نبوی میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر بے شمار لوگوں کی موجودگی میں حضرت عثمان غنی کی خلافت کا اعلان کیا۔ تمام لوگوں نے حضرت عثمان غنی کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی حتیٰ کہ سب سے پہلے حضرت علی ابن ابی طالب نے بیعت

کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے دوسرے نمبر پر بیعت کی۔ حضرت عمار اور حضرت مقداد کے خیال میں حضرت علی خلافت کے زیادہ حقدار تھے مگر فیصلہ آنے کے بعد انہوں نے بھی بخوشی بیعت کرلی (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۳)۔

دورِ خلافت میں فتوحات

آپ کے زمانے میں زبردست فتوحات ہوئیں۔ سب سے زیادہ عرصہ تک خلیفہ رہے۔

سکندریہ میں بغاوت:۔ یہ بغاوت ۲۵ھ میں قیصرِ روم کی شہہ پر ہوئی۔ یہاں رومی بھی آباد تھے ان کی مدد کے لیے قیصر نے بحری بیڑا بھیجا۔ حضرت عمرو بن عاص نے بغاوت کو کچل دیا۔ مصر کے باشندے قبطی شامل بغاوت نہ تھے ان کے نقصان کی تلافی کردی گئی۔

آرمینیا کوچک کی فتح:۔ ۲۵ھ میں انہوں نے صلح ناموں کی خلاف ورزی کی۔ حضرت ولید بن عتبہ کے ذریعے انہیں شکست دی گئی اور دوبارہ مطیع بنایا گیا۔

ایشیائے کوچک کی فتح:۔ یہاں کے عیسائی مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ حبیب بن مسلمہ نے انہیں شکست دی اور ایشیائے کوچک کے اکثر مقامات پر قبضہ کرلیا۔ حضرت امیر معاویہ نے بھی حملہ کیا اور انطاکیہ اور سرلوس کے درمیان بہت سے قلعے سر کر کے وہاں مسلمان نو آبادیاں قائم کردیں۔

طرابلس کی فتح:۔ حضرت عمرو بن عاص کو مصر کی گورنری سے ہٹا دیا گیا۔ ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بھیجا گیا۔ یہ جوان تھے انہوں نے شمالی افریقہ میں فوج کشی کی۔ پہلا حملہ طرابلس پر ہوا۔ وہاں کا حاکم جرجیر ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر مزاحم ہوا۔ ایک عرصہ تک فیصلہ نہ ہو سکا۔ جنگ جاری رہی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کو تازہ فوج دے کر مدد کے لیے بھیجا گیا۔ ان کے پے در پے حملوں سے دشمن مجبور ہو گئے۔ جرجیر نے پچیس ہزار درہم سالانہ دینے کا وعدہ کر کے صلح کرلی۔ اس کے بعد تیونس، الجزائر اور مراکش کے علاقے بھی فتح کرلیے گئے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

قبرص کی فتح:۔ سیدنا امیر معاویہ، عہدِ فاروقی میں دمشق کے حاکم تھے۔ حضرت عثمان غنی نے پورے شام کا گورنر بنا دیا۔ ان کا مقابلہ رومیوں سے رہتا تھا جن کے پاس جنگی کشتیاں تھیں، یہ چاہتے تھے کہ ہم بھی بحری بیڑا بنائیں مگر امیر اجازت نہ دیتے تھے۔ بالآخر اصرار پر اجازت ملی۔ پہلا حملہ قبرص کے جزیرے پر ہوا یہ جزیرہ شام کے ساحل کے قریب تھا۔ اس پر رومیوں کی حکومت تھی۔ یہ لوگ جنگ سے گھبراتے تھے۔ انہوں نے سات ہزار درہم سالانہ پر صلح کر لی۔ حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شریک تھے۔ ان کی زوجہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ تھیں۔ صلح کے بعد جب مسلمانوں کی فوج وہاں سے چلنے لگی تو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کو خچر پر سوار کرنے لگے تو وہ گر کر شہید ہو گئیں۔ ان کی قبر وہیں بنا دی گئی۔ ان کی قبر، قبر المراۃ الصالحہ کے نام سے مشہور ہے۔ لوگ اس قبر کی تعظیم کرتے ہیں اور اس پر جا کر بارش کی دعائیں مانگتے ہیں فقبرھا ھنالک یعظمونه و یستسقون به (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۴۹)۔ سلسلہ چلتا رہا۔ ۳۲ھ میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف رومیوں کو مدد دی۔ امیر معاویہ نے حملہ کر کے قبرص کو فتح کر لیا۔

ایران کی بغاوت اور فارس پر قبضہ:۔ مشرق میں سلسلۂ فتوحات جاری تھا۔ بصرہ اس کا مرکز تھا۔ وہاں کے گورنر سیدنا ابو موسیٰ اشعری تھے۔ حضرت عثمان نے انہیں ہٹا کر عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر ایرانیوں نے بغاوت کر دی۔ ابن عامر بصرہ سے فارس کی طرف بڑھے اور قبضہ کر لیا۔

طبرستان:۔ طبرستان نے بھی انہی دنوں سرکشی کی۔ کوفہ کے حاکم حضرت سعید بن عاص نے آگے بڑھ کر طبرستان پر قبضہ کر لیا۔

خراسان، طخارستان، کرمان، سیستان اور کابل کی فتوحات:۔ عبداللہ بن عامر اور سعید بن عاص خراسان کی طرف بڑھے۔ اسے فتح کر کے نیشاپور کا محاصرہ کر لیا۔ ایک ماہ کے

محاصرے کے بعد وہاں کے حاکم مرزبان نے صلح کر لی اور مطیع ہوا۔

ابن عامر نے مختلف سرداروں کے ذریعے طخارستان، کرمان، سیستان، غزنی اور کابل تک کو فتح کر لیا۔

اب اسلامی حکومت ہندوستان کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ کے ساحل اور یورپ کی مشرقی سرحد تک پھیل گئی۔ تقریباً یہ ساری تاریخ البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۴۶۴ تا ۱۶۱ پر موجود ہے۔

آپ کے خلاف بغاوت اور اسکے اسباب:۔ آپ کے دورِ خلافت میں اسلامی حکومت کابل سے لے کر افریقہ اور اسپین تک پھیل چکی تھی۔ ان علاقوں میں بے شمار قومیں آباد تھیں جن میں غیر مسلم اقوام خصوصاً یہودی اور مجوسی مسلمانوں کے خلاف جذبہِ انتقام رکھتے تھے۔ ایران کے مجوسی عہدِ فاروقی سے ہی غصے کی آگ میں جل رہے تھے۔ یہودی نسل کا ایک نومسلم عبداللہ بن سبا مصر میں مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔

دوسری طرف آپ رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور مصر سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ہٹا کر ان کی جگہ بالترتیب عبداللہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کو بھیج دیا۔ ایسی صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف علاقوں کے ان بدنیت لوگوں نے آپ کے خلاف خوب پراپیگنڈا کیا جن کا تذکرہ ہم اوپر کر چکے ہیں۔ خصوصاً عبداللہ بن سبا نے صحابہ کو ہٹانے اور ان کی جگہ پر اپنے کنبے کے افراد کو مقرر کرنے کا اور کنبہ پروری کا پراپیگنڈا کیا۔ حالانکہ بے شمار اموی افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہی اہم عہدوں پر فائز تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق کے زمانے سے دمشق کے حاکم تھے۔ جب کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو پبلک کی شکایت پر معزول کیا گیا تھا (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۳)۔

آپ پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ حکم بن عاص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔ آپ نے اسے واپس بلوا لیا اور اس کے بیٹے مروان بن حکم کو اپنا کاتب مقرر کیا۔ اس کا

جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے حکم کی سفارش کر کے اسے واپس بلانے کی اجازت لے لی تھی مگر ان کے پاس اس بات کا گواہ کوئی نہ تھا لہذا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں وہ جلاوطن ہی رہا اور حضرت عثمان نے اپنے دورِ خلافت میں اسے واپس بلا لیا (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۳)۔

مصر، کوفہ اور بصرہ کے خارجیوں اور سبائیوں نے مدینہ منورہ کے صحابہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے نام استعمال کیے۔ ان کی طرف سے جھوٹے مراسلے بنا کر اپنے علاقے کے لوگوں کو مدینہ پہنچنے کی دعوت دی۔ ان تینوں شہروں سے تقریباً دو ہزار افراد نے حج کرنے اور حضرت عثمان تک گورنروں کے خلاف شکایات پہنچانے کا بہانہ کیا اور مدینہ پہنچ گئے۔ مصر والوں کا مطالبہ تھا کہ مولا علی کو ہمارا والی مقرر کیا جائے، کوفہ والے کہتے تھے کہ حضرت زبیر کو ہمارا امیر بنایا جائے اور بصرہ والوں کا اصرار تھا کہ حضرت طلحہ کو ولایت دی جائے۔ ہر گروہ اپنی بات پر حرفِ آخر کی طرح ڈٹا ہوا تھا۔

حضرت علی نے حضرت امام حسن کو بھیجا اور انہوں نے مصر والوں کو دھتکار دیا۔ حضرت طلحہ بصرہ والوں پر خوب برسے اور انہیں وہاں سے واپس بھیج دیا۔ حضرت زبیر نے کوفہ والوں کو واپس لوٹایا۔ وہ سب لوگ اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ تینوں گروہ واپس مدینہ شریف پہنچ گئے۔ انہوں نے مدینہ کا احاطہ کر لیا۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ واپس کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ راستے میں ہمیں برید ملا تھا جس کے پاس خط تھا۔ اس خط میں عبداللہ بن سعد کو کہا گیا تھا کہ ان لوگوں کے مصر پہنچتے ہی انہیں قتل کر دیا جائے۔ یہی بات بصرہ والوں نے حضرت طلحہ سے اور کوفہ والوں نے حضرت زبیر سے کہی۔ تینوں گروپوں نے کہا کہ ہم اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے واپس آئے ہیں۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مصر والوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ابن ابی سرح کو ہٹا کر ان کی جگہ حضرت محمد بن ابو بکر کو مصر کا والی مقرر کیا جائے اور وہ خط جو پکڑا گیا تھا اس میں محمد بن ابو بکر کے قتل کا حکم موجود تھا۔ الغرض

حضرت مولا علی اور دیگر صحابہ علیہم الرضوان نے ان سے کہا کہ تم لوگ یہاں سے علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے شہر کو گئے تھے، پھر مصر والوں کے خلاف لکھے گئے خط کی خبر دوسرے شہر والوں کو کیسے ہوئی؟ ان سب کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ واضح ہو گیا کہ یہ سب ان کی سازش تھی جسے صحابہ کی تفتیش اور فراست نے بے نقاب کر دیا۔

دوسری طرف جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس خط کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ یہ خط نہ میں نے لکھا ہے نہ لکھایا ہے اور نہ ہی میرے علم میں ہے البتہ اس پر مہر میری ہی لگی ہوئی ہے اور جس اونٹ پر یہ قاصد سوار ہے یہ اونٹ بھی میرا ہے۔ یقیناً کسی شخص نے میری مہر کو استعمال کیا ہے۔ تمام صحابہ اور مخلصین مطمئن ہو گئے۔ لیکن سازشیوں نے کہا کہ اس طرح تو معاملہ پہلے سے بھی خراب ہو گیا کہ خلیفہ ہونے کے باوجود آپ کو اس بات کی خبر نہیں کہ آپ کی مہر اور آپ کی سواری کون استعمال کر رہا ہے۔ انہوں نے مدینہ اور خصوصاً آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت: ۔ محاصرہ کے دوران حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آ کر حضرت عثمان سے عرض کیا: میری تین باتوں میں سے ایک بات مان لیجیے۔ آپ کے حامیوں کی عظیم جماعت یہاں موجود ہے اس کو لے کر نکلیے اور ان باغیوں کا مقابلہ کر کے ان کو نکال دیجیے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پچھلی طرف سے نکل کر مکہ معظّمہ چلے جائیے۔ مکہ حرم ہے، وہاں یہ آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ شام میں آپ حضرت امیر معاویہ کی پناہ میں چلے جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلی صورت کا یہ جواب دیا کہ اگر میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں اس امت کا وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو اپنی حکومت کی بقاء کے لیے مسلمانوں کا خون بہائے۔ دوسری صورت (یعنی مکہ چلے جائیں) کا جواب یہ دیا کہ مجھے ان لوگوں سے یہ توقع نہیں ہے کہ یہ حرم پاک کی حرمت کا کوئی لحاظ رکھیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس مقدس شہر کی حرمتیں پامال ہوں اور تیسری صورت (یعنی شام چلے جائیں) کا جواب یہ دیا کہ میں دار الہجرت اور دیارِ رسول کو چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جانا چاہتا (مسندِ احمد جلد ا صفحہ ۸۳)۔

ثمامہ بن حزن قشیری سے روایت ہے کہ حضرت عثمان ﷜ نے اپنے مکان کی چھت سے جھانکتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بیر رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو بیر رومہ کو خرید کر اپنے ڈول کے ساتھ مسلمانوں کے ڈول کو ملا دے۔ اس نعمت کے بدلے جو جنت میں اس سے بہتر ہے۔ پس میں نے اسے اپنے مال سے خریدا اور آج تم مجھے اس کے پانی سے روکے ہوئے ہو، یہاں تک کہ مجھے دریا کا پانی پینا پڑ رہا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ یہی بات ہے۔ فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ مسجدِ نبوی نمازیوں کے لیے تنگ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو آلِ فلاں کے قطعۂ زمین کو خرید کر مسجد میں شامل کر دے۔ پس میں نے اسے اپنے مال سے خریدا اور آج تم مجھے اس میں دو رکعتیں پڑھنے سے بھی روکتے ہو۔ لوگوں نے کہا، یہی بات ہے۔ فرمایا کہ میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں نے لشکرِ تبوک کا بندوبست اپنے مال سے کیا تھا؟ لوگوں نے کہا، یہی بات ہے۔ فرمایا کہ میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ کے کوہِ ثبیر پر تھے۔ آپ کے سامنے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور میں تھا۔ پہاڑ ہلنے لگا یہاں تک کہ پتھر لڑھکنے لگے تو آپ نے پیر سے ٹھوکر مار کر فرمایا، اے ثبیر ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ لوگوں نے کہا، یہی بات ہے۔ آپ نے تکبیر کہی اور تین مرتبہ فرمایا۔ ربِ کعبہ کی قسم لوگوں نے گواہی دے دی کہ میں شہید ہوں (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۱)۔

چالیس دن تک آپ کو اپنے گھر میں محصور رکھا گیا، پانی بند کر دیا گیا (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۷۱، صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۷) اور چالیسویں دن جمعہ کے روز نبی کریم ﷺ نے آپ کو خواب میں فرمایا کہ آج کا جمعہ آپ ہمارے ساتھ پڑھیں گے (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۰۳)۔

جب قاتلوں نے آپ کے گھر کا سخت محاصرہ کر لیا تو حضرت علی اپنے گھر سے باہر

حضور ﷺ کا عمامہ باندھے ہوئے اور انہی کی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے نکلے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے امام حسن، حضرت عبداللہ بن عمر، مہاجرین اور انصار کی جماعت تھی۔ یہ سب ان لوگوں کو ڈرا دھمکا کر منتشر کر رہے تھے حتی کہ حضرت عثمان غنی کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت علی نے ان سے عرض کیا السلام علیکم یا امیر المومنین! رسول اللہ ﷺ نے ایسے مسائل کا حل بیان فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے اس قسم کے بدنصیب حملہ آوروں کے خلاف کارروائی کی اجازت دی ہے۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان سے جنگ کریں اور آپ کا دفاع کریں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی میری وجہ سے کسی کلمہ گو آدمی کا سینگی لگانے کے برابر بھی خون نکلے تو میں اس کے لیے تیار نہیں ہوسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اصرار کیا تو آپ نے پھر بھی وہی جواب دیا۔

پھر بھی صحابہ کرام نے اپنے نوجوان بیٹوں کو آپ کی حفاظت کے لیے بھیجا۔ ان میں سیدنا امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ مولا علی نے انہیں حکم دیا تھا کہ عثمان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی شخص کو عثمان تک مت پہنچنے دینا (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۷۱، صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۷)۔ دو آدمیوں نے مکان کی پچھلی طرف سے داخل ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی زوجہ رضی اللہ عنہا نے بہت چیخیں ماریں مگر کسی نے نہ سنا۔ قاتل جس طرف سے داخل ہوئے تھے ادھر سے ہی نکل گئے۔ آپ کی زوجہ نے چھت سے لوگوں کو بتایا کہ امیر المومنین شہید کر دیے گئے ہیں۔ لوگ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ امیر المومنین کو ذبح کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر حضرت علی، طلحہ، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم کو پہنچی تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا کہ امیر المومنین کیسے شہید ہوئے جب کہ تم دونوں دروازے پر موجود تھے؟ آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت سیدنا حسن کو تھپڑ مارا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے سینے پر ضرب لگائی اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا اور سخت غضب کی حالت میں اپنے گھر واپس تشریف لے آئے (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۸)۔ جب آپ کو شہید کیا گیا تو آپ تلاوتِ قرآن پاک فرما رہے تھے۔ آپ کے خون کے چھینٹے قرآن کی اس آیت پر پڑے

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (البقرہ: ۱۳۷)۔ آپ کی شہادت تاریخ اسلام کا سب سے بڑا سانحہ ہے، سب سے پہلا فتنہ ہے، اسی کے بعد فتنوں کے دروازے کھلے۔ اگر ماتم شرعاً جائز ہوتا تو آپ کی شہادت کو سانحۂ کربلا سے زیادہ شہرت اور اہمیت ملتی۔ مگر اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے مذہب کو چمکانے کے لیے اس طرح کی خلافِ شرع حرکتیں نہیں کرتے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ محاصرہ کرنے والوں سے فرماتے تھے کہ عثمان کو قتل مت کرنا۔ اللہ کی قسم تم میں سے جو شخص بھی اسے قتل کرے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں جذام کی حالت میں کٹے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ حاضر ہوگا۔ اللہ کی قسم تم نے اسے قتل کر دیا تو اللہ تم پر اپنی تلوار ہمیشہ کے لیے سونت لے گا۔ جب بھی کوئی نبی قتل ہوا ہے تو اس کے بدلے میں ۷۰ ہزار قتل ہوئے ہیں اور جب کوئی خلیفہ قتل ہوگا تو اس کے بدلے میں ۳۵ ہزار قتل ہوں گے (مصنف عبدالرزاق، تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۷)۔

احادیث اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے امام اور مظلوم کے الفاظ نہات درست ہیں اور تحقیق کے عین مطابق ہیں۔ اپنی جان دے دینا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر تلوار نہ اٹھانا آپ کا عظیم طرۂ امتیاز ہے۔ اسی لیے تمام خلفاء راشدین میں سب سے زیادہ صابر مشہور ہیں (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۷)۔

جب آپ کی مظلومانہ شہادت واقع ہوگئی تو یہ خبر دنیا کے طول و عرض میں دھوم گئی۔ صحابہ کرام نے اسے اسلامی تاریخ کا سیاہ ترین سانحہ قرار دیا۔ فاعظموہ جدا۔ محاصرہ کرنے والے خوارج کی اکثریت اپنے اس کرتوت پر شرمندہ ہوئی۔

مختلف صحابہ تک جب خوارج کے شرمندہ ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے قرآن کی مختلف آیات پڑھیں۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی کمثل الشیطن اذقال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریء منک انی اخاف اللہ رب العالمین (الحشر: ۱۶)۔

اس زمانے کے بعض بزرگوں نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ عثمان کے قاتلوں میں سے

ہر شخص قتل ہو کر مرا۔ اور مرنے سے پہلے پاگل بھی ہوا (طبرانی کبیر جلد ا صفحہ ۵۱، البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۸۳)۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ عثمان کے خون کا بدلہ نہ مانگتے تو ان پر آسمان سے پتھر برستے لو ان الناس لم یطلبوا بدم عثمان لرجموا با الحجارۃ من السمآئ (طبرانی کبیر جلد ا صفحہ ۴۹)۔

واقعہِ شہادت آپ نے پڑھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عثمان مظلوم ہو کر قتل کیا جائے گا (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۲)۔ امامِ مظلوم کا چالیس دن تک پانی بند رہا اور تلاوتِ قرآن پاک کرتے کرتے شہید ہوئے۔ گویا جامع قرآن بھی عثمان ہیں اور قاریِ قرآن بھی عثمان ہیں۔ عثمان قرآن سے جدا نہیں اور قرآن عثمان سے جدا نہیں۔

بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ اسلامی سال کا آغاز بھی قربانی ہے اور اختتام بھی قربانی۔ آغاز سے مراد واقعہِ کربلا اور اختتام سے مراد عیدِ قربان لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی تحقیق پر افسوس ہے جنہیں واقعہِ کربلا سے پہلے یکم محرم کو فاروقِ اعظم کی شہادت سے اسلامی سال کا آغاز نظر نہیں آتا اور عیدِ قربان کے بعد اٹھارہ ذوالحج کو عثمانِ غنی کی شہادت سے سال کا اختتام ہوتا نظر نہیں آتا۔ یاد رکھیے اسلامی سال کا آغاز شہادتِ فاروق سے ہے اور اس کا اختتام شہادتِ عثمان سے ہے۔

عثمانِ غنی بحیثیت صوفی:۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں تیسرے خلیفہِ راشد، مخزن حیاء، اعبدِ اہلِ صفا، متعلق بدرگاہِ رضا، متحلّی بطریق مصطفی، سیدنا ابوعمرو عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہر لحاظ سے آپ کے فضائل واضح اور آپ کے مناقب ظاہر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رباح اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس دن بلوائیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا ہم امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے۔ بلوائی جب دروازے کے سامنے جمع ہو گئے تو آپ کے غلاموں نے ہتھیار اٹھا لیے۔ آپ نے فرمایا جو ہتھیار نہ اٹھائے وہ میری غلامی سے آزاد ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے

خوف کے سبب باہر نکل آئے۔ راستے میں حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما آتے ہوئے ملے۔ ہم ان کے ہمراہ پھر حضرت عثمان کے پاس آ گئے تا کہ دیکھیں امام حسن مجتبیٰ کیا کرتے ہیں۔ جب امام حسن مجتبیٰ اندر داخل ہوئے تو سلام عرض کیا۔ پھر بلوائیوں کی حرکت پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا: اے امیر المومنین میں آپ کے حکم کے بغیر مسلمانوں پر تلوار بے نیام نہیں کر سکتا، آپ امام برحق ہیں، آپ حکم دیجیے تا کہ آپ سے اس قوم کو دور کروں۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے جاؤ اپنے گھر میں آرام کرو یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے کوئی فیصلہ وارد ہو، ہمارے لیے لوگوں کے خون بہانے کی ضرورت نہیں۔

مقامِ خلوت و دوستی میں، بلا و مصیبت کے درمیان، تسلیم و رضا کی یہ روشن علامت ہے۔ آپ کا یہ طرزِ عمل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس طرزِ عمل کے بالکل مماثل ہے جو ان سے آتشِ نمرود کی آزمائش کے وقت ظہور میں آیا تھا۔ چنانچہ نمرود ملعون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاتمہ کرنے کے لیے آگ جلائی اور ان کو گوپھن (منجنیق) میں رکھا گیا تو جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا "ھل لک من حاجة" کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا "اما الیک فلا" بندہ سراپا محتاج ہے لیکن تم سے کوئی حاجت نہیں۔ جبریل نے عرض کیا پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیجیے۔ فرمایا "حسبی عن سوالی علمه بحالی" حق تعالیٰ میرے سوال سے بے نیاز ہے وہ میری حالت کو جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنا حال عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ جانتا ہے کہ میری درستگی و اصلاح کس چیز میں ہے۔ حضرت عثمان ذوالنورین کا معاملہ بھی بالکل اسی کے مشابہ ہے اور وہ حضرت خلیل علیہ السلام کو منجنیق میں رکھے جانے کے مقام پر تھے۔ بلوائیوں کا اجتماع آتش نمرود کے قائم مقام تھا۔ امام حسن مجتبیٰ، حضرت جبریل علیہ السلام کی جگہ تھے۔ لیکن ان دونوں واقعات میں فرق یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بلا میں نجات ملی تھی اور حضرت عثمان ذوالنورین اس بلا میں شہید ہوئے تھے۔ کیونکہ نجات کا تعلق بقا سے ہے اور ہلاکت کا تعلق فنا سے (کشف المحجوب صفحہ ۱۷)۔

افضلیت:۔ آپ تمام صحابہ میں افضلیت کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ہم کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۸۸، بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۶، بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۳)۔

تاریخ شہادت اور مزارِ مقدس:۔ ۱۲ سال خلافت کی۔ ۳۵ ہجری (۱۸ ذی الحج) کو ۸۲ سال کی عمر میں شہادت پائی (طبرانی کبیر جلد ا صفحہ ۴۳، الاکمال مع المشکوٰۃ صفحہ ۶۰۲، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۶)۔ بعض کتابوں میں ہے کہ ۸۸ یا ۹۰ سال کی عمر میں شہادت پائی (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں سب سے نمایاں ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع اصحاب سیدنا و مولینا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم

ازواج واولاد

آپ رضی اللہ عنہ کی نو بیویاں، نو بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔

(۱)۔ حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ الکریم صلی اللہ علیہما وسلم سے اولاد

(ا)۔ عبداللہ الاصغر۔

(۲)۔ حضرت زینب بنت رسول اللہ الکریم صلی اللہ علیہما وسلم

(۳)۔ حضرت فاختہ بنت غزوان سے اولاد

(ا)۔ عبداللہ الاکبر۔

(۴)۔ بنتِ جندب سے اولاد

(ا)۔ عمرو۔

(ب)۔ابان۔

(ج)۔خالد۔

(د)۔عمر۔

(۵)۔ حضرت فاطمہ بنت ولید سے اولاد

(ا)۔سعید۔

(ب)۔ولید۔

(۶)۔ حضرت اُم البنین سے اولاد

(ا)۔عبدالملک۔

(۷)۔ حضرت رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ سے اولاد

(ا)۔عائشہ۔

(ب)۔اُم ابان۔

(ج)۔اُم عمرو۔

(۸)۔ حضرت نائلہ بنت فرافصہ سے اولاد

(ا)۔مریم۔

(۹)۔ اُم ولد سے اولاد

(ا)۔اُم البنین۔

وماعلینا الا البلاغ

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ

وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

بذل القویٰ فی مناقب المرتضیٰ

زمانہ خلافت: ۳۵ھ تا ۴۰ھ (۶۵۶ء تا ۶۶۰ئ)

آپ کا اسمِ گرامی علی بن ابی طالب بن عبدا ✵ ہے۔ محبوب کریم ﷺ کے سگے چچا زاد بھائی ہیں۔ سیدۃ النس آ ء فاطمۃ الزاہراء کے شوہر ہیں۔ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے بعد انہیں رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی ماں کہا۔ اسی گھر میں پرورش پائی۔ جب حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو محبوب کریم ﷺ ان کی قبر میں اترے، انہیں اپنی قمیض میں کفن دیا اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۲۲، طبرانی کبیر جلد ۱ صفحہ ۵۶)۔

آپ کی والدہ ماجدہ مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائی تھیں۔آپ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے کسی ہاشمی کو جنم دیا۔ جنت البقیع کے آخری بائیں کونے میں حضرت ابو سعید خدری کے ساتھ چار دیواری میں دفن ہیں۔آپ کی قبر انور پر حاضری دینے سے ایک خاص کیف ملتا ہے۔

آپ جب پیدا ہوئے تو والدہ ماجدہ نے آپ کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا مگر جب ابو طالب گھر پہنچے تو انہوں نے اس نام کو ناپسند کیا اور علی نام رکھا (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۰۷)۔

آپ کی کنیت ابو تراب ہے۔ایک مرتبہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو

کر گھر سے نکل گئے اور مسجد کی دیوار کے ساتھ جا کر لیٹ گئے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت علی کے بارے میں پوچھا۔ بتایا گیا کہ وہ ناراض ہو کر باہر نکلے ہیں۔ نبی کریم ﷺ ان کے پیچھے نکلے۔ مسجد میں انہیں لیٹے دیکھا تو ان کی پشت پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے وہ مٹی جھاڑنا شروع کر دی اور فرمایا: اجلس یا ابا تراب اٹھ اے ابو تراب (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۵، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۰)۔ تراب کا معنی مٹی ہے۔

قبولِ اسلام

آپ نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا (طبرانی کبیر جلد ۱ صفحہ ۵۸)، بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰)۔

خصائص وفضائل

چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)۔ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا۔ سب لوگ اس انتظار میں تھے کہ شاید جھنڈا مجھے ملے۔ آپ ﷺ نے فرمایا علی ابنِ ابی طالب کہاں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھیں خراب ہیں، فرمایا اسے بلواؤ، آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگایا، ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا، حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں؟ فرمایا سیدھے ان کے گھروں میں پہنچو، انہیں اسلام کی دعوت دو اور جو کچھ اللہ نے ان پر واجب کیا ہے انہیں بتاؤ، اللہ کی قسم اگر تمہارے ذریعے سے اللہ نے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو وہ تمہارے لیے سرخ نعمتوں سے بہتر ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۵، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۹)۔ جنگِ تبوک میں جب نبی کریم ﷺ نے آپ کو مدینہ شریف میں چھوڑا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے

عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لیے اسی طرح ہو جس طرح موسیٰ کے لیے ہارون، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)۔

مواخاۃ مدینہ کے موقع پر آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ نے سب کو بھائی بھائی بنایا ہے مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: انت اخی فی الدنیا والآخرۃ یعنی تو دنیا اور آخر میں میرا بھائی ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)۔ کچھ لوگوں نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی تو حضور کریم ﷺ نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے، اے اللہ جو اسے مولا بنائے تو اسے اپنا مولا بنا اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اسے اپنا دشمن بنا (احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵، مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۲۴)۔

آپ ان صحابہ میں سے ہیں جن کے بارے میں حضور کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض منافقت ہے۔ تمام انصار کے بارے میں بھی یہی فرمایا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۴)۔ مولا علی کے بارے میں بھی فرمایا کہ علی سے مومن محبت کرے گا اور منافق بغض رکھے گا (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۳)۔ صحابہ کرام مولا علی کے بغض کی وجہ سے منافقین کو پہچان لیتے تھے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)۔

آپ مسجد نبوی کے ساتھ محبوب کریم ﷺ کے کاشانۂ اقدس میں رہائش پذیر رہے۔ اسی وجہ سے آپ کو مسجد شریف میں جنابت کی حالت میں جانے کی اجازت تھی لا یحل لاحد یستطرقه جنبا غیری وغیرک (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہاتھ

مبارک اٹھا کر دعا فرما رہے تھے کہ اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیا اے اللہ مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک علی کو نہ دیکھ لوں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)۔ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی (احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵)۔

آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ مجھ سے ہے اور میں اس میں سے ہوں۔ وہ صحابہ یہ ہیں۔ اشعری قبیلہ مجھ سے ہے اور میں اس میں سے ہوں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۶۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)، عباس مجھ سے ہے اور میں اس میں سے ہوں (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰)، حسین مجھ سے ہے اور میں اس میں سے ہوں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)، علی مجھ سے ہے اور میں اس میں سے ہوں لا یؤدی عنی الا علی میری نمائندگی علی کے سواء کوئی نہیں کرسکتا (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)۔

حدیثِ رداء کے ذریعے آپ اہل بیت میں شامل ہیں (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۳)۔

حدیثِ مباہلہ میں بھی آپ کا اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان میں شامل ہونا مذکور ہے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)۔

حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ ابوبکر پر رحم فرما جس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور مجھے دار الہجرت کی طرف اٹھا کر لایا اور بلال کو اپنے مال سے آزاد کیا۔ اے اللہ عمر پر رحم فرما جو ہمیشہ حق بات کہتا ہے خواہ کڑوی ہو، حق کی خاطر تنہا رہ جانا گوارا کر لیتا ہے۔ اے اللہ عثمان پر رحم فرما جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ اے اللہ علی پر رحم فرما، اے اللہ علی جدھر بھی جائے حق کو اس کے ساتھ پھیر دے (الریاض جلد ا صفحہ ۴۸، کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۵)۔

نبی کریم ﷺ جب جلال میں ہوتے تو حضرت علی المرتضیٰ کے علاوہ کوئی شخص آپ سے بات کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۴۲)۔

غزوۂ طائف میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی سے طویل گفتگو فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے میں نے گفتگو نہیں کی بلکہ اللہ نے گفتگو کی ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)۔

نبی کریم ﷺ نے بدر کی جنگ میں جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیا (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۲۵)۔ اسی جنگ میں حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے بارے میں فرمایا کہ تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہیں اور اسرافیل بھی صف میں موجود ہیں (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۴۵)۔

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سوار ہوئے تا کہ بت گرائیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کا ضعف دیکھا تو فرمایا بیٹھ جاؤ۔ نبی کریم ﷺ ان کے کندھوں سے اتر آئے اور فرمایا میرے کندھوں پر بیٹھو۔ رسول اللہ ﷺ انہیں لے کر اٹھ گئے۔ مولا علی فرماتے ہیں کہ لو شئت لنلت افق السماء اگر میں چاہتا تو آسمان کو ہاتھ لگا لیتا (السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۵ صفحہ ۱۴۲)۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا۔ حضور کریم ﷺ نے فرمایا وہ چھوٹی ہے۔ حضرت علی نے رشتہ طلب کیا تو آپ نے ان سے ان کا نکاح کر دیا (السنن الکبریٰ جلد ۵ صفحہ ۱۴۳، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵)۔

محبوب کریم ﷺ کی اولاد کریم کے جد امجد ہیں (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)۔
آپ نے حضور کریم ﷺ کو غسل دیا (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)۔

آپ کی گود میں محبوب کریم ﷺ سر رکھ کر سو گئے۔ آپ کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ حضور کریم ﷺ نے دعا فرمائی تو آپ کی خاطر سورج کو واپس کر دیا گیا (مشکل الآثار، الشفاء جلد ا صفحہ ۱۸۵)۔

یہ اعزاز صرف صدیق اکبر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے کہ ان کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیے جائیں مگر ایک ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے (بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۶)۔ مسجد میں آنے والے سارے دروازے بند کر دو سوائے علی کے دروازے کے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)۔

ہجرت کی رات حضور کریم ﷺ کے بستر پر سوئے (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)۔

لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے مولا علی کے خلاف شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ما تریدون من علی ما تریدون من علی ما تریدون من علی ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن من بعدی یعنی تم علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو، تم علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو، تم علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو، علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا محبوب ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)۔ اسی طرح کے الفاظ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہیں ھل انتم تارکو لی صاحبی، ھل انتم تارکو لی صاحبی یعنی کیا تم میرے یار کو میری خاطر خوش نہیں رکھ سکتے، کیا تم میرے یار کو میری خاطر خوش نہیں رکھ سکتے (بخاری جلد ا صفحہ ۵۱۶، ۵۱۷)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علی کو تین ایسی شانیں عطا ہوئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو میں انہیں سونے سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا۔ نبی کریم ﷺ کی شہزادی فاطمۃ سے نکاح، مسجد نبوی میں رہائش اور خیبر کے دن جھنڈے کا عطا ہونا (ابویعلیٰ، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۵)۔

مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن سے رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا ہے اور خیبر کے دن مجھے جھنڈا دیتے وقت میری آنکھوں پر لعابِ دہن لگایا ہے اس دن سے نہ میرے سر میں درد ہوا ہے اور نہ ہی میری آنکھیں آئی ہیں (مسندِ احمد جلد ا صفحہ ۹۷، مسندِ ابو یعلیٰ جلد ا صفحہ ۱۹۹)۔

آپ رضی اللہ عنہ ولایت میں پہلے تین خلفاء کے بعد سب سے افضل ہیں۔ آپ سے طریقت کے اکثر سلاسل جاری ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلے تینوں خلفائے راشدین نے حضور ﷺ کے خلفاء کی موجودگی میں اپنے خلفاء نامزد کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر چونکہ خلافت ختم ہوئی لہذا آپ نے مجبوراً حسن بصری کو اپنا خلیفہ بنایا (سبع سنابل صفحہ ۷۸)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیدنا علی المرتضی نے حضرت ابوبکر اور عمر سے بھی فیض حاصل کیا ہے (قرۃ العینین صفحہ ۳۰۰)۔

علمی کارنامے

(۱)۔ آپ تین خلفائے راشدین کے بعد سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اگرچہ ہر صحابی علم کا دروازہ ہے لیکن محبوب کریم ﷺ نے بطورِ خاص فرمایا: انا مدینۃ العلم و علی بابھا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۳۹)۔

(۲)۔ آپ رضی اللہ عنہ سب سے بڑے قاضی ہیں (مشکوۃ صفحہ ۵۶۶، الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)۔ جب نبی کریم ﷺ نے آپ کو یمن میں قاضی بنا کر بھیجا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نوجوان ہوں اور میں نہیں جانتا فیصلہ کیا چیز ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اللھم اھد قلبہ و ثبت لسانہ یعنی اے اللہ اس کے دل کو ہدایت دے اور اس کی زبان کو مضبوط رکھ۔ مولا علی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اس کے بعد مجھے کسی فیصلے میں تردد نہیں ہوا (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۴۶، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳)۔

(۳)۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایسی علمی محفل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس میں علی نہ ہو (الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۹۶، ضربِ حیدری صفحہ ۷۳ طبع اول)۔

(۴)۔ نبی کریم ﷺ نے چار صحابہ کے بارے میں فرمایا کہ ان سے قرآن کے بارے میں پوچھ لو، عبداللہ ابنِ مسعود، معاذ ابن جبل، ابی ابن کعب اور سالم رضی اللہ عنہم (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)۔ یا پھر خود مولا علی فرماتے تھے کہ مجھ سے پوچھ لو لم یکن احد من اصحاب رسول اللہ ﷺ یقول سلونی غیرہ (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۶، صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۲۷)۔ نیز فرماتے ہیں کہ قرآن کے بارے میں مجھ سے پوچھ لو، مجھ سے پوچھ لو، مجھ سے پوچھ لو، اللہ کی قسم کوئی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے پتا نہ ہو کہ وہ رات کو اتری ہے یا دن کو، میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ میں (الاستیعاب صفحہ ۵۳۴، الاصابہ جلد ۲

صفحہ ۱۲۹۶)۔ یہ الفاظ سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے سواء کوئی نہیں کہتا تھا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں اللہ کی کتاب میں سے کوئی ایسی سورۃ نہیں جس کے بارے میں مجھے پتا نہ ہو کہ وہ کہاں نازل ہوئی، اور کوئی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے پتا نہ ہو کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اگر مجھے پتا چل جائے کہ دنیا میں کوئی شخص اللہ کی کتاب کے بارے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اگر میرا اونٹ اس تک پہنچ سکتا ہو تو میں اپنا اونٹ اس کی طرف دوڑا دوں (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)۔

(۵)۔ ایک مرتبہ آپ منبر پر تشریف فرما ہو کر خطاب فرما رہے تھے۔ دورانِ خطاب کسی آدمی نے پوچھا کہ جو آدمی ایک بیوی دو بیٹیاں اور ماں باپ چھوڑ کر مر جائے اس کی بیوی کو کتنا حصہ ملے گا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فی البدیع فرمایا کہ بیوی کو نواں حصہ ملے گا (دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۳۸)۔ یہ سوال نہایت مشکل تھا، میراث کی اصطلاح میں اس میں عول موجود ہے۔ آپ کی دلچسپ علمی حاضر جوابی کے پیش نظر اس مسئلے کو مسئلہ منبریہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۶)۔ حضرت ابوالاسود دؤلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کس چیز پر غور فرما رہے ہیں۔ فرمایا: آج میں نے ایک آدمی کو غلط تلفظ کے ساتھ بات کرتے ہوئے سنا ہے، میں نے عربی اصول پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اگر آپ یہ کام کر دیں تو اس میں ہماری بقاء ہے۔ پھر میں تین دن کے بعد دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک صحیفہ عنایت فرمایا، جس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، الکلمۃ اسم وفعل وحرف، فالاسم ما انبا عن المسمیٰ والفعل ما انبا عن حرکت المسمیٰ، والحرف ما انبا عن معنی لیس باسم ولا فعل۔ پھر فرمایا: تم بھی جستجو کرو اور اس میں مزید اضافہ کرو۔ فرمایا چیزیں تین قسم کی ہیں، ظاہر، ضمیر اور وہ جو نہ ظاہر ہے نہ ضمیر ہے۔ اس

تیسری قسم کو جاننے سے ہی علماء علم کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے ہیں۔حضرت ابو الاسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس صحیفے میں کچھ چیزوں کا اضافہ کیا اور آپ کو دکھایا۔ میں نے جن چیزوں کا اضافہ کیا تھا ان میں حروفِ ناصبہ بھی تھے۔ان میں اِنَّ ، اَنَّ ، لَیۡتَ ، لَعَلَّ ، کَاَنَّ کا ذکر کیا۔ میں نے ان میں سے لٰکِنَّ کو چھوڑ دیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے لکن کو کیوں چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کیا میرے خیال میں یہ ان کے اخوات میں سے نہیں ہے۔فرمایا: اسے شامل کرو یہ انہی کا بھائی ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۱)۔

(۷)۔ ایک مرتبہ دو آدمی اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۔ان کے پاس سے تیسرا آدمی گزرا تو انہوں نے اسے بھی کھانا کھانے کی پیشکش کی۔وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگ گیا۔جب کھانا کھا چکے تو تیسرے آدمی نے انہیں آٹھ درہم دے کر کہا کہ آپس میں بانٹ لو۔وہ دونوں آپس میں جھگڑنے لگے۔پانچ روٹیوں والے نے کہا میرے پانچ درہم بنتے ہیں اور تیرے تین۔ تین روٹیوں والے نے کہا ہمارے چار چار درہم بنتے ہیں۔وہ دونوں اپنا جھگڑا امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔آپ نے تین روٹیوں والے سے فرمایا: تم تین درہم پہ راضی ہو جاؤ اور میرے فیصلے سے پہلے اپنے ساتھی کی بات مان لو۔اس نے کہا مجھے انصاف چاہیے۔آپ نے فرمایا: پھر تم صرف ایک درہم کے حق دار ہو اور دوسرا سات کا۔اس نے کہا سبحان اللہ مجھے ذرا سمجھا دیجیے میں حق کو قبول کروں گا۔آپ نے فرمایا: آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے ہوئے۔تم میں سے ہر آدمی نے آٹھ ٹکڑے کھائے۔ تیری تین روٹیوں کے نو ٹکڑے تھے جن میں سے آٹھ تم نے خود کھا لیے اور ایک ٹکڑا تیسرے آدمی نے کھایا۔ پانچ روٹیوں والے نے اپنی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور سات تیسرے آدمی نے کھائے۔اس طرح اس کے سات ٹکڑے اور تیرا ایک ٹکڑا تیسرے آدمی نے کھایا۔اس تناسب سے اسے سات درہم ملیں گے اور تجھے ایک (الاستیعاب صفحہ ۵۳۳ ، الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۸، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۰،صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۲۹)۔

(۸)۔ جنگِ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زرع گم ہوگئی۔ جب جنگ ختم ہوئی اور آپ کوفہ کی طرف لوٹے تو آپ نے ایک یہودی کے پاس وہ زرع دیکھی۔ یہودی نے کہا فیصلہ قاضی کرے گا۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مقدمہ پیش ہوا۔ آپ قاضی شریح کے پہلو میں تشریف فرما ہوگئے اور فرمایا اگر میرا مخالف یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر جاکر بیٹھتا لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرمایا: انہیں نیچے ہی رکھو جیسا کہ اللہ نے انہیں نیچے رکھا ہے۔ قاضی شریح نے کہا اے امیر المومنین فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: یہ زرع میری ہے، میں نے اسے نہ بیچا ہے نہ مفت دیا ہے۔ قاضی شریح نے کہا اے یہودی تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میری زرع ہے اور میرے ہاتھ میں ہے۔ قاضی شریح نے کہا اے امیر المومنین آپ کے پاس کوئی گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں قنبر اور حسن میرے گواہ ہیں۔ قاضی شریح نے کہا بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں۔ یہودی نے کہا امیر المومنین مجھے قاضی کے پاس لائے ہیں اور قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حق کی عدالت ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ زرع آپ کی ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۳۔ ۱۴۴، صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۳۱)۔

مولائے مرتضیٰ کے فضائل کے بارے میں ایک خاص بات

دوسری طرف رافضیوں کے بارے میں بھی حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا: یَظْهَرُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یُسَمَّوْنَ الرَّافِضَةَ، یَرْفُضُوْنَ الْاِسْلَامَ یعنی آخری زمانے میں ایسی قوم نکلے گی جنہیں لوگ رافضی کہیں گے وہ اسلام سے نکل چکے ہوں گے (مسندِ احمد جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)۔

آپ ﷺ نے مولا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک ایسی قوم نکلے گی جو آپ سے محبت کا دعویٰ کرے گی۔ اسلام کو رسواء کرے گی۔ دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کے نظریات عجیب ہوں گے۔ انہیں رافضی کہا جائے گا۔ وہ مشرک لوگ ہوں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں نہیں آئیں گے۔ اپنے سے پہلے لوگوں پر طعن و تشنیع کریں گے (دار قطنی، صواعق محرقہ صفحہ ۱۶۱)۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی تیری مثال ایسے ہے جیسے عیسیٰ۔ ان سے یہودیوں نے بغض رکھا اور ان کی والدہ پر الزام لگا دیا اور عیسائیوں نے محبت رکھی اور ان کو وہ مرتبہ دے دیا جس کے وہ حق دار نہ تھے۔ پھر مولا علی فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں دو طرح کے آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جو میری ایسی شان بیان کرے گا جس کا میں حق دار نہیں۔ دوسرا مجھ سے بغض رکھنے والا جسے میری دشمنی مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کرے گی (مسندِ احمد جلد ۱ صفحہ ۲۰۰، السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۵ صفحہ ۱۳۷، مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۳، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵)۔

روافض کی اپنی کتاب نہج البلاغہ جسے وہ قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب مانتے ہیں، اس میں بعینہٖ یہی بات موجود ہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جسے یہ محبت حق سے دور لے جائے گی۔ اور دوسرا مجھ سے بُغض رکھنے والا جسے یہ بُغض حق سے دور لے جائے گا۔ میرے بارے میں درمیانی راہ پر چلنے والے ہی صحیح ہوں گے۔ ہمیشہ بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ تفرقہ بازی سے ہمیشہ بچو۔ جماعت سے الگ ہونے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے جس طرح اکیلی بکری ریوڑ سے بچھڑ کر بھیڑیے کا شکار بن جاتی ہے (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۷ مطبوعہ ایران/قم)۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اللھم العن کل مبغض لنا و کل محب لنا غال یعنی اے اللہ ہم سے بغض رکھنے والے ہر شخص پر لعنت بھیج اور ہم سے محبت میں غلو کرنے والے ہر شخص پر بھی لعنت بھیج (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۵۰۷، الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگ افراط اور تفریط کا شکار رہیں گے۔ حق کا راستہ اہل سنت و جماعت کا ہو گا جو اکثریتی راستہ ہو گا، جماعت کا راستہ ہو گا، سوادِ اعظم کا راستہ ہو گا، درمیانی راستہ ہو گا، باقی سب راستے شیطانی ہوں گے۔

یہ ایک خاص بات تھی جس کی وضاحت ہم نے کر دی۔ اب اس نکتے کو سمجھ لینے کے بعد اگلی بحث سمجھنے میں آسانی ہو گی، ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ: کانت لعلی ثمان عشرة منقبة ما کانت لاحد من ھذہ الامة یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اٹھارہ مناقب ایسے ہیں جو اس امت میں کسی کے بھی نہیں ہیں (طبرانی اوسط، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۵)۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر بعض لوگ اصل کتاب دیکھے بغیر دوسرے رسائل سے نقل کرتے رہے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں کانت لعلی ابنِ ابی طالب ثمانیة عشر منقبة لو لم یکن له الا واحدة منها لنجی بها، ولقد کانت له ثلاثة عشر منقبة ما کانت لاحد من ھذہ الامة یعنی حضرت علی کے اٹھارہ مناقب ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک منقبت بھی ہوتی تو علی کی نجات کے لیے کافی تھی اور ان میں سے تیرہ مناقب ایسے ہیں جو اس امت میں کسی کے بھی نہیں ہیں (المعجم الاوسط للطبرانی جلد ۶ صفحہ ۱۸۱ حدیث نمبر ۸۴۳۲ مطبوعہ ۱۹۹۹ء دار الکتب العلمیة بیروت)۔

علماء نے لکھا ہے کہ جب خوارج نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تو علمائے حق نے آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب کھول کھول کر بیان کرنا شروع کر دیے جس کی وجہ سے آپ کے مناقب کثرت سے ظاہر ہو گئے (اشعة اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۷۴، مرقاة جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۵، ازالة الخفا جلد ۲ صفحہ ۲۶۰، صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۲۱)۔

ورنہ شیخین کے مناقب اور فضائل آپ سے تعداد میں زیادہ ہیں (اشعة اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۷۴)۔

محققین کے لیے یہ بات بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ دوسری طرف روافض نے آپ کی شان میں بے شمار احادیث گھڑی ہیں۔ حضرت امام محمد بن سیرین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان عامة مایروی عن علی الکذب (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۶)۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی جانے والی کوئی حدیث قبول نہیں کی جاتی تھی سوائے ان احادیث کے جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب حضرت علی سے روایت کرتے تھے (مقدمہ صحیح مسلم صفحہ ۱۰)۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کتاب لائی گئی جس میں مولا علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے درج تھے۔ آپ اس کتاب کو پڑھتے جا رہے تھے اور جب کوئی غلط اور جھوٹی بات دیکھتے تو فرماتے واللہ ماقضیٰ بھذا علی الا ان یکون ضل یعنی اللہ کی قسم علی نے یہ فیصلہ نہیں دیا، یہ تو کسی گمراہ آدمی کا فیصلہ ہے (مقدمہ صحیح مسلم صفحہ ۱۰)۔

جب لوگوں نے حضرت علی کے بعد یہ باتیں گھڑلیں تو حضرت علی کے اصحاب میں سے ایک نے فرمایا: قاتلھم اللہ ای علم افسدوا یعنی اللہ انہیں برباد کرے کتنے عظیم علم کو ان لوگوں نے فساد سے بھر دیا ہے (مقدمہ صحیح مسلم صفحہ ۱۰)۔

سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی جب مخالفت زیادہ ہونے لگی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے جس کسی کے پاس آپ کے مناقب کے بارے میں کوئی بات موجود تھی سب نے بیان کر دی لیکن فساد کو ختم کرنے کی ہر کوشش انتشار میں اضافہ کرتی رہی۔ دوسری طرف روافض نے آپ کے مناقب اپنے پاس سے گھڑنا شروع کر دیے حالانکہ اللہ کریم نے آپ کو جتنا نوازا ہے آپ اس طرح کے من گھڑت فضائل کے محتاج نہیں (الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۹۴)۔

اگلے وقتوں میں مولا علی کو شیخین سے افضل کہنے کو نہایت سنجیدگی سے لیا جاتا تھا اور مولا علی ایسے شخص پر حد لگاتے تھے۔ علماء نے ایسے لوگوں کو غالی شیعہ اور رافضی قرار دیا ہے (ہدی الساری جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸ صفحہ ۸۷)۔ لیکن مولا علی کو حضرت عثمان پر افضلیت دینے والے تفضیلی یا ان دونوں ختنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں سکوت اختیار کرنے والے متشیع حضرات کسی حد تک موجود تھے۔ ایسے لوگوں نے جب احادیث اور فضائل

کی کتب لکھیں تو انہوں نے روافض کی گھڑی ہوئی احادیث کو تحقیق کیے بغیر اپنی کتب میں درج کر دیا۔

مولا علی کو تیسرا نمبر دینے والے شیعہ محدثین میں سے محدث عبدالرزاق مشہور ہیں۔ شروع شروع میں امام مالک، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ ختنین کے درمیان سکوت کے قائل تھے۔ مگر بعد میں انہوں نے اپنے اس عقیدے سے رجوع کر لیا (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)۔

امام حاکم بھی متشیع تھے۔ بعض محدثین نے انہیں خبیث رافضی لکھا ہے لیکن امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند کرتا ہے، یہ شخص رافضی خبیث نہیں تھا بلکہ صرف شیعہ تھا ان اللہ یحب الانصاف ما الرجل برافضی خبیث بل شیعی فقط۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حاکم کی کوئی روایت اس وقت تک قبول نہ کی جائے جب تک میں اس کی تصدیق نہ کر دوں۔

علامہ ابن عبدالبر خود صحیح العقیدہ سنی ہیں مگر انہوں نے ایک موضوع روایت لکھ دی ہے۔ علماء نے ان کے اس تامل اور نرمی پر سخت تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ وھم فی ذلک ابو عمرو غلطاً ظاھراً الخ یعنی ابوعمر ابن عبدالبر کو اس میں وہم ہوا ہے اور بڑی واضح غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)۔

ابوجعفر نفیلی سے تفضیل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر تمام لوگوں سے افضل ہیں، پھر عمر پھر عثمان پھر علی۔ ان سے پوچھا گیا کہ احمد بن حنبل اور یعقوب بن کعب حضرت عثمان کے بارے میں توقف کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ دونوں سے غلطی ہوئی اخطآ معاً (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)۔

علماء کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو خود بالکل صحیح العقیدہ ہیں مگر حدیث قبول کرنے میں متساہل ہیں۔ ان علماء کی کتابوں سے حدیث لیتے وقت سخت احتیاط کرنی چاہیے جو مولا علی کا تیسرا

نمبر مانتے ہوں، یا ختنین کے درمیان سکوت کے قائل ہوں، خواہ انہوں نے بعد میں رجوع فرمالیا ہومگر رجوع سے قبل کتابیں لکھ چکے تھے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کر کے حاکم نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کے اتنے فضائل بیان نہیں ہوئے جتنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہوئے ہیں (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۲۲)۔ حالانکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خلفائے ثلاثہ را نیز مناقب بسیار است موازی آں بلکہ بیشتر ازاں یعنی تینوں خلفاء کے مناقب بھی کثرت سے ہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۷۴)۔

امام ذہبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بیان کی جانے والی احادیث کی چار قسمیں ہیں صحیح، حسن، ضعیف اور من گھڑت۔ ان میں ضعیف احادیث کثرت سے ہیں اور ان میں سے موضوع اور من گھڑت احادیث انتہا درجے کی کثیر ہیں۔ کثیرۃ الی الغایۃ حتیٰ کہ ان میں سے بعض روایات تو بالکل ہی گمراہی اور زندقہ ہیں (حاشیہ صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۲۱)۔

خلیلی نے الارشاد میں لکھا ہے کہ اہلِ کوفہ نے حضرت علی و اہلِ بیت علیہم الرضوان کے فضائل میں جو احادیث گھڑی ہیں ان کی تعداد تین لاکھ ہے ثلثمائۃ الف (حاشیہ صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۲۱)۔

خلافت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھ افراد کی جو کمیٹی بنائی تھی اس کمیٹی کے فیصلے کے مطابق حضرت عثمان غنی کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت کے حق دار تھے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اگلے روز سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مدینہ منورہ میں تمام لوگوں نے بیعت کرلی (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۱۸، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۶)۔

بعض لوگوں نے آپ کی خلافت کا انکار کیا تھا اور خلفائے راشدین صرف تین کو تسلیم

کیا تھا۔ علمائے اہلِ سنت نے اس کا سختی سے رد فرمایا ہے اور تیس سال تک خلافت کے جاری رہنے والی حدیث، حدیثِ سفینہ سے استدلال کرتے ہوئے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق اور خلافتِ راشدہ ثابت کیا ہے (ابوداؤد حدیث نمبر ۴۶۴۶)۔ یہاں سے واضح ہو گیا کہ نعرۂ تحقیق حق چار یار دراصل خلافتِ راشدہ کو تین خلفاء تک محدود کرنے والے مروانیوں کی تردید کرتا ہے اور اس نعرے کا انکار سیدنا علی کریم رضی اللہ عنہ کی چوتھی خلافت کا انکار ہے۔

زمانۂ خلافت کے حالات

اندرونی بغاوتوں اور خلفشاروں کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوئی فتوحات نہ ہو سکیں۔

(ا)۔ جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان دنوں میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کے لیے مکہ شریف میں تھیں۔ قتل عثمان کی خبر پا کر آپ بصرہ گئیں اور قصاص مانگنے کے لیے تیاری کی۔ ادھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی فوجی تیاری کے ساتھ بصرہ کی طرف نکلے۔ دونوں فریقوں کے درمیان بات چیت ہوئی تو ان میں سے ہر ایک مخلص نکلا۔ سب یہی چاہتے تھے کہ خونِ عثمان کا بدلہ لیا جائے لیکن قاتلوں کی تلاش اس لیے مشکل تھی کہ وہ مولا علی کی فوج میں گھل مل چکے تھے اور ان کی وجہ سے بے گناہ لوگوں کے مارے جانے کا خطرہ تھا۔ نہایت دوستانہ بات چیت کے بعد جب دونوں فوجیں اپنے اپنے خیموں میں آرام کرنے لگیں تو رات کے وقت خوارج نے دو ٹولیاں بن کر دونوں فوجوں پر حملہ کر دیا۔ مولا علی کی فوج نے سمجھا کہ ام المومنین کی فوج نے ہم پر حملہ کر دیا ہے اور ام المومنین کی فوج نے سمجھا کہ حضرت علی کی فوج نے حملہ کر دیا ہے۔ بصرہ میں گھمسان کی جنگ ہوئی، ام المومنین کی فوج کو شکست ہوئی، دونوں طرف سے دس ہزار صحابہ و تابعین شہید ہوئے۔ اگلے روز جب ام المومنین اور مولا علی کا آمنا سامنا ہوا تو دونوں نے حملے میں پہل کرنے سے بے خبری کا اظہار کیا۔ فوراً سمجھ گئے کہ یہ خوارج کی شرارت تھی۔ دونوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ مولا علی نے ام المومنین کو نہایت احترام کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا

دیا اور آپس میں راضی بازی ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے دونوں طرف سے شہید ہونے والوں کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ اس جنگ کو جنگِ جمل کہا جاتا ہے۔

(۲)۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے بھی عثمانِ غنی کے خون کا بدلہ مانگا۔ اور معزول ہونے سے انکار کر دیا۔ دریائے فرات کے کنارے صفین کے میدان میں جنگِ صفین ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے اور معاویہ کے درمیان اور کوئی اختلاف نہیں تھا صرف خونِ عثمان کے بارے میں غلط فہمی ہو گئی تھی (نہج البلاغہ صفحہ ۴۲۴)۔ نیز فرمایا: قَتلَایَ وَقَتلَا مُعَاوِیَۃَ فِی الْجَنَّۃِ یعنی میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ کی طرف سے قتل ہونے والے سب جنتی ہیں (طبرانی، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۵۹۶ حدیث نمبر ۱۵۹۲۷)۔

(۳)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کو شکست ہونے والی تھی کہ دونوں فریق صلح پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت عمرو بن عاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما دونوں حکم مقرر ہوئے۔ حکم کا معنی ہے فیصلہ کرنے والا۔ خوارج نے قرآن کی آیت ان الحکم الا اللہ پڑھ کر فتویٰ جڑ دیا کہ فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔ یہ آیت پڑھ کر انہوں نے مولا علی اور حضرت امیر معاویہ دونوں کو مشرک کہہ دیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا: کلمۃ الحق یراد بھا الباطل یعنی یہ لوگ حق کا کلمہ بول رہے ہیں مگر غلط جگہ پر فٹ کر رہے ہیں۔ کوفہ اور بصرہ ان کے دو بڑے مرکز تھے۔ ان کے خلاف جنگِ نہروان ہوئی۔

(۴)۔ مصر میں مولا علی نے حضرت عمرو بن عاص کی جگہ حضرت قیس بن سعد انصاری کو گورنر بنایا۔ سیدنا امیر معاویہ نے دوبارہ چھ ہزار افراد سمیت حضرت عمرو کو بھیجا اور حملہ کر کے مصر چھین لیا۔

اس کے علاوہ بھی کئی جھڑپیں اور معرکے ہوئے۔ بالآخر مولا علی نے امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ مشرق میں کوفہ، بصرہ، حجاز اور عراق مولا علی کے پاس اور مغرب میں شام، مصر وغیرہ امیر معاویہ کے پاس رہے رضی اللہ عنہما۔ تقریباً یہ ساری بحث البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۲ تا ۲۷۸ پر موجود ہے۔

کرامات

(۱)۔ آپ نے ایک آدمی سے کوئی بات کہی۔اس نے کہا آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم غلط ہو تو میں تمہارے خلاف دعا کروں؟ اس نے کہا کر دو۔آپ نے دعا فرمائی، وہ آدمی نابینا ہو گیا (طبرانی اوسط، ابونعیم فی الدلائل، الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۱، صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۲۹، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۹)۔

(۲)۔ آپ رضی اللہ عنہ دو آدمیوں کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما ہو گئے۔ایک آدمی نے عرض کیا اے امیر المومنین! دیوار گر رہی ہے۔آپ نے فرمایا: تم گزر جاؤ، ہمارا اللہ نگہبان ہے۔آپ نے جھگڑے کا فیصلہ سنایا، جیسے ہی کھڑے ہوئے دیوار گر گئی (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۱)۔

شہادت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگلوں کا بدبخت وہ تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور پچھلوں کا بدبخت وہ ہو گا جو علی کو قتل کرے گا (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۵۱)۔

حضور کریم ﷺ نے اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اے علی تیرا قاتل تجھے یہاں مارے گا، پھر اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: یہ تیرے خون سے تر ہو جائے گی (السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۵ صفحہ ۱۵۳)۔

ایک مرتبہ سیدنا علی المرتضیٰ کے پاس بصرہ سے وفد آیا۔اس میں ایک خارجی آدمی تھا جس کا نام جعد بن نعجہ تھا۔اس نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا پھر کہنے لگا: اے علی اللہ سے ڈر، تم نے مرنا ہے۔آپ نے فرمایا: وہ تو ٹھیک ہے مگر میں نے عام طریقے سے نہیں مرنا۔ میں نے شہید ہونا ہے میرے سر میں تلوار لگے گی اور میری داڑھی رنگی جائے گی۔ یہ تقدیر کا فیصلہ ہے اور اس کا وعدہ ہو چکا ہے۔جھوٹ بولنے والا خسارے میں ہے۔ پھر اس آدمی

نے مولا علی کے لباس پر تنقید کی۔ اور کہا تمہیں اس سے بہتر لباس پہننا چاہیے تھا۔ آپ نے فرمایا: میرا یہ لباس تکبر سے پاک ہے اور مسلمانوں کے لیے ایسا لباس پہن کر میری پیروی کرنا آسان ہے (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۵۳)۔

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن ملجم کو دیکھا تو فرمایا ھذا و اللہ قاتلی اللہ کی قسم یہ میرا قاتل ہے۔ لوگوں نے کہا آپ اسے قتل کیوں نہیں کر دیتے؟ فرمایا: فمن یقتلنی پھر مجھے کون قتل کرے گا (الاستیعاب صفحہ ۵۴۱، صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۳۵، الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)۔

خوارج نے مولا علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص کو مشرک سمجھتے ہوئے ان کے قتل کا منصوبہ بنالیا۔ عبدالرحمن بن ملجم مصر کا رہنے والا تھا۔ اس نے کہا علی کو میں قتل کروں گا۔ برک بن عبداللہ نے کہا معاویہ کو میں قتل کروں گا۔ عمرو بن بکر تمیمی نے کہا عمرو بن عاص کو میں قتل کروں گا۔ تینوں اپنے اپنے مشن پر نکل گئے۔ مولا علی صبح کی نماز کے لیے نکلے۔ آپ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز لگا رہے تھے۔ ابن ملجم آپ کی رہائش گاہ اور مسجد کے درمیان چھپ کر کھڑا تھا اچانک بولا اے علی حکم اللہ کے لیے ہے نہ کہ تیرے لیے اور تیرے اصحاب کے لیے (الحکم اللہ لا لک یا علی و لا لاصحابک) اس نے آپ پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا: فزت و رب کعبۃ ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ ساتھ ہی فرمایا یہ کتا جانے نہ پائے۔ ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا۔ مولا علی نے فرمایا اگر میں وفات پا جاؤں تو اسے قتل کر دینا، اور اگر میں بچ جاؤں تو معاملہ میرے ہاتھ میں ہوگا، معاف کروں یا بدلہ لوں (الاستیعاب صفحہ ۵۴۰)۔ دوسرے آدمی نے حضرت عمرو بن عاص کو زخمی کر دیا۔ تیسرے آدمی کے ہاتھوں حضرت امیر معاویہ صاف بچ گئے (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵، طبرانی جلد ۱ صفحہ ۵۹۔۶۱، صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۳۳)۔

آپ کی نمازِ جنازہ سیدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۵۳)۔ چار تکبیریں پڑھیں (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۵۴، الریاض النضرۃ جلد ۲

صفحہ ۳۴۷)۔

آپ ۱۷ رمضان ۴۰ ھجری کو شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف تریسٹھ برس تھی (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۲۶)۔

آپ کو رات کے وقت کوفہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کی قبرِ انور کا صحیح علم کسی کو نہیں عن ابی جعفر ان قبرہ جھل موضعہ (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)۔

افضلیت

سیدنا صدیقِ اکبر، عمر فاروق اور عثمانِ غنی کے بعد آپ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر کو سمجھا جاتا تھا پھر عمر کو پھر عثمان کو (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۳، جلد ۱ صفحہ ۵۱۶، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۸۸)۔ چوتھا نمبر خود بخود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مل رہا ہے۔ خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان اور پھر میں (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۵۷) اسی مضمون کی حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۸)۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے ابوبکر اور عمر سے افضل کہا میں اسے اسی کوڑے ماروں گا (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۰، دار قطنی کتاب الافراد)۔

آپ رضی اللہ عنہ سے کسی آدمی نے کہا کہ آپ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے ہیں: اے اللہ ہماری اصلاح فرما اسی طریقے پر جس طریقے پر تو نے خلفائے راشدین مہدیین کی اصلاح فرمائی۔ یہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ فرمایا: ھم حبیبائی ابوبکر و عمر، اماما الھدی، وشیخا الاسلام، ورجلا قریش، والمقتدی بھما بعد رسول اللہ ﷺ، من اقتدی بھما عصم ومن اتبع آثارھما ھدی الی الصراط المستقیم، ومن تمسک بھما فھو من حزب اللہ یعنی یہ میرے محبوب ہیں ابوبکر اور عمر، ہدایت کے امام ہیں، شیخ الاسلام ہیں، قریش کے مرد ہیں، رسول اللہ ﷺ کے بعد پیشواء ہیں، جس نے ان کی اقتداء کی وہ گمراہی

سے بچ گیا، جس نے ان کے قدموں تک رسائی حاصل کر لی اسے سیدھے راستے کی ہدایت مل گئی، اور جس نے ان کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ حزب اللہ میں سے ہو گیا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۹)۔

محدث عبدالرزاق کہتے ہیں کہ کفی بی وزرا ان احب علیا ثم اخالفہ یعنی میری اس سے زیادہ بدبختی کیا ہو گی کہ علی سے محبت بھی کروں اور علی کی بات بھی نہ مانوں (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۲)۔اس پر پوری امت کا اجماع بھی ہے۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: افضل الاولیاء المحمدیین ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی یعنی محمدی اولیاء میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی (الیواقیت والجواہر صفحہ ۴۳۷)۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اجمع اھل السنة ان افضل الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی یعنی اہل سنت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۷)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ازواج و اولاد

آپ رضی اللہ عنہ کی نو بیویاں، چودہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔

(۱)۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ الکریم صلی اللہ علیہما وسلم سے اولاد

(ا)۔امام حسن۔

(ب)۔امام حسین۔

(ج)۔حضرت محسن۔بچپن میں فوت ہو گئے۔

(د)۔سیدہ اُمِ کلثوم الکبریٰ زوجہ فاروقِ اعظم۔

(ھ)۔سیدہ زینب الکبریٰ (کربلا والی)۔

(۲)۔ حضرت خولہ بنت ایاس بن جعفر الحنفیہ سے اولاد

(ا)۔محمد الاکبر۔انہیں محمد بن حنفیہ کہا جاتا ہے۔

(۳)۔ حضرت لیلیٰ بنت معوذ سے اولاد

(ا)۔عبداللہ۔

(ب)۔ابوبکر (کربلا میں شہید ہوئے)۔

(۴)۔ حضرت اُم البنین بنت حزام سے اولاد

(ا)۔عباس الاکبر۔

(ب)۔عثمان۔

(ج)۔جعفر۔

(د)۔عبداللہ۔یہ چاروں کربلا میں شہید ہوئے۔

(۵)۔ حضرت اُم ولد سے اولاد

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

(ا)۔محمد الاصغر۔

(۶)۔ حضرت اسماء بنت عمیس سے اولاد

(ا)۔یحییٰ۔

(ب)۔عون۔

(۷)۔ حضرت اُم حبیب الصہباء سے اولاد

(ا)۔عمر الاکبر۔

(ب)۔رقیہ۔

(۸)۔ بنت ابی العاص سے اولاد

(ا)۔محمد الاوسط۔

(۹)۔ اُم سعد بنت عروہ بن مسعود سے اولاد

(ا)۔اُم الحسن۔

(ب)۔رملۃ الکبریٰ۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

وما علینا الا البلاغ

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM